Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے

سالانہ............. 300 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... خودکش حملے اور دھماکے کیوں؟ .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۶۱، آیت نمبر ۹۶ تا ۹۸)۔ یہودیوں کی لمبی زندگی کی حرص اور حضرت جبریل سے عداوت ..... // // ۶

درسِ حدیث .... صفوں کو درست کرنے کی فضیلت واہمیت .... // // ۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

زمینی پیداوار کی کمی اور اس کا حل .... مفتی محمد رضوان ۲۵

درود شریف کے فضائل وآداب (قسط نمبر۱) .... // // ۳۶

تحقیق واجتہاد یا تحریف والحاد (قسط۴) .... مفتی محمد امجد حسین ۴۰

ماہِ شوال: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات .... مولوی طارق محمود ۴۴

نکاح کی فضیلت واہمیت (دوسری وآخری قسط) .... اصلاحی خطاب: مفتی محمد رضوان ۴۷

نماز میں مکروہ امور (نماز کے احکام: قسط۱۳) .... مفتی محمد امجد حسین ۵۳

نام رکھنے کے آداب (قسط۱) .... مفتی محمد رضوان ۵۶

موجودہ حالات کے تناظر میں (قسط۲) .... اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۶۳

قرآن فہمی کے متعلق چند غلط فہمیاں (بسلسلہ: اصلاح العلماء والمدارس) .... مفتی محمد رضوان ۶۶

علم کے مینار .... سرگذشت عہدِ گُل (قسط۲۵) .... مفتی محمد امجد حسین ۶۹

تذکرۂ اولیاء: .... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط۶) .... // // ۷۲

پیارے بچو! .... عادت سے مجبور .... ابوفرحان ۷۵

بزمِ خواتین .... نیکی کا شوق (دوسری اور آخری قسط) .... مفتی ابوشعیب ۷۶

آپ کے دینی مسائل کا حل.... وتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہونے کا ثبوت... ادارہ ۸۲

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سوالات وجوابات .... ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۹

عبرت کدہ .... حضرت لوط علیہ السلام (قسط۳) .... ابوجویریہ ۹۱

طب وصحت .... اناناس (PINE APPLE) .... حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابرار حسین ستی ۹۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

خودکش حملے اور دھماکے کیوں؟

گذشتہ دنوں وطنِ عزیز میں پے در پے خودکش حملوں اور دھماکوں کی وجہ سے ہر طرف بے چینی و بے سکونی اور خوف وہراس کی فضا قائم ہے، اور ایسی فضا میں لوگوں کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات پیدا ہو رہے ہیں کہ:

(۱)...... یہ کون لوگ ہیں، جو اپنے ہی ملک کے اداروں پر حملے کر رہے ہیں؟

(۲)...... یہ کونسے عناصر ہیں، جو اپنے ملک کو کمزور کرنے کے درپے ہیں؟

(۳)...... یہ کیسے مسلمان ہیں، جو ملک کی عزت اور وقار کو مجروح کر رہے ہیں؟

(۴)...... یہ کیسے بے رحم اور سخت دل لوگ ہیں، جو خواتین کو بیوہ اور معصوم بچوں کو یتیم کرنے میں مصروف ہیں؟

(۵)...... یہ کیسے سنگدل لوگ ہیں جو عمر بھر کے لئے لوگوں کو معذور واپاہج کرنے میں مشغول ہیں؟

(۶)...... یہ کیسے نڈر لوگ ہیں جو اپنی جان کو داؤ پر لگانے میں بھی کوئی خوف اور ڈر نہیں رکھتے؟

(۷)...... یہ کونسا جہاد ہے، جس میں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا جا رہا ہے؟

یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات لوگوں کے ذہنوں میں اُبھر رہے ہیں اور ذرائع ابلاغ پر اس قسم کے تبصروں اور تجزیوں کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے۔

اور اس بارے میں شبہ نہیں کہ وطنِ عزیز کی ترقی وخوشحالی دنیا کے کسی کافر کو گوارا نہیں، کیونکہ وطنِ عزیز کو دنیا بھر میں کچھ ایسی اسلامی خصوصیات وامتیازات حاصل ہیں، جن کی وجہ سے وہ وطنِ عزیز سے ہمیشہ خائف و متوحش رہتے ہیں، اس لئے کچھ خفیہ ہاتھ ہمہ وقت وطنِ عزیز کو کمزور اور بدنام کرنے میں مصروف رہتے ہیں، اور کبھی چین سے نہیں بیٹھتے۔

لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ عالمی طاقتوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود وطنِ عزیز قائم ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہے گا، کیونکہ اس کے قیام میں بے شمار اولیائے کرام کی دعائیں، اور بے شمار شہدا کا خون شامل ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی رائیگاں نہیں فرمائیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ داخلی وخارجی انتشار وخلفشار اور مکر وفریب کے ہمہ جہتی وہمہ گیر واقعات وحادثات اور

Idara Ghufran

سازشوں کے باوجود آج بھی وطن عزیز دنیا بھر کے ممالک میں کچھ چیزوں میں اور خاص کر متعدد اسلامی شعائر میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے، جس پر وطنِ عزیز سے ادنیٰ محبت والفت رکھنے والے ہر مسلمان کو شکر ادا کرنا لازم ہے۔

اس لئے وطنِ عزیز میں جاری دھماکوں اور حملوں میں کفریہ طاقتوں کے ہاتھ ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن مثل مشہور ہے کہ ’’گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے‘‘ اس لئے اس قسم کے بعض حملوں اور دھماکوں میں سادہ لوح اور جذباتی مسلمانوں کے نادانی میں استعمال ہونے کے امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔

اور اس کے اسباب جو کچھ بھی ہوں مگر ایک سبب یہ بھی ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے یہاں مخصوص طبقوں کی طرف سے لوگوں کے ذہنوں میں وطنِ عزیز کی کماحقہٗ محبت والفت پیدا کرنے کی کوششیں نہیں کی گئیں۔

اور اس کے بجائے وطنِ عزیز کی اچھائیوں اور خوبیوں پر پردہ ڈال کر ہمیشہ نفرت اور عداوت کا درس دیا گیا، اور یہ باور کرایا گیا کہ وطنِ عزیز میں اسلام نام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ہر طرف کفر وشرک کی بھرمار ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے تحریری وزبانی وظیفے پڑھتے رہنے اور سناتے رہنے سے ملک ہی کے بعض باشندوں کے ذہنوں میں وطنِ عزیز کی طرف سے مایوسی پیدا ہوئی اور وطنِ عزیز کے خلاف بغاوت وسرکشی کا جذبہ پیدا ہوا، اور ملک کے خلاف مسلح بغاوت کا راستہ اختیار کیا، جبکہ وطنِ عزیز کے بارے میں یکطرفہ طور پر اس قسم کا درس دینا اور وظائف پڑھنا کسی طرح بھی حقیقت اور واقعہ سے مطابقت نہیں رکھتا۔

واقعہ یہ ہے کہ موجودہ حالات میں دنیا بھر میں جو کچھ ہو رہا ہے، اور جس طرح سے دجالی تمہیدات قائم ہو رہی ہیں، اور طرح طرح کے فتنے رونما ہو کر قربِ قیامت کی نشانیاں سامنے آرہی ہیں، ان کے تناظر میں وطنِ عزیز کے حالات بہت غنیمت ہیں، ان حالات میں واقعہ یہ ہے کہ ملک کا نمک کھا کر اس کے خلاف نفرت وبغاوت کا درس دینے والوں کو اس ملک کی نعمتوں سے مستفید ہوتے رہنا زیب نہیں دیتا، آخر نمک حلال کرنے کا تو بھی کوئی حق ہوتا ہے، رات ودن وطنِ عزیز کی نعمتوں سے مستفید ہونے والوں کو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا، کہ وہ ہمہ وقت وطنِ عزیز کے خلاف زہر اُگلتے رہیں۔

بہرحال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی منفی کوششوں اور منفی رویہ کی وجہ سے بعض لوگوں خاص کر بعض نوجوانوں کے جذبات وخیالات میں ملک کے خلاف مسلح جدوجہد کا عنصر پایا جاتا ہے اور جب گھر ہی کے افراد اپنے گھر میں آگ لگانے میں مشغول ہو جائیں تو ’’گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے‘‘ کی مثال

صادق آیا کرتی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے جوش وجذبات کا مقابلہ طاقت کے بل بوتے پر کرنے کی بجائے ذہنی وجذباتی اور خیالاتی تغیرات سے ہی ممکن ہوا کرتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ذرائع ابلاغ سمیت علماء وصلحاء وطنِ عزیز کی اچھائیوں اور خوبیوں کا خود سے اعتراف اور دوسروں کو درس دیں، اور منفی ذہن بنانے کے بجائے مثبت سوچ پیدا کرنے اور مثبت انداز میں ہی برائیوں اور خرابیوں کی اصلاح کی کوشش کریں۔

اگر مخلصانہ جدوجہد کے ساتھ اس عمل کو اختیار کیا جائے گا تو امید ہے کہ موجودہ حالات سے نکلنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

ورنہ اندیشہ ہے کہ اس بغاوت ونفرت پیدا کرنے کے نتیجہ میں ایک دن خود نفرت وبغاوت پیدا کرنے والے اور خود اس عمل کا ارتکاب کرنے والوں کے والدین وعزیز بھی اس آگ کی لپیٹ میں آ کر اپنی جان ومال سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں، یا زندگی بھر کے لئے معذور واپاہج نہ ہوجائیں۔

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۶۱، آیت نمبر۹۶ تا ۹۸) مفتی محمد رضوان

یہودیوں کی لمبی زندگی کی حرص اور حضرت جبریل سے عداوت

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا. يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْيُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ. وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ. وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۹۶) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (۹۷) مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (۹۸)

ترجمہ: اور یقیناً تم ان لوگوں کو پاؤ گے کہ انہیں زندہ رہنے کی حرص دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ مشرکین سے بھی زیادہ ہے۔ان میں کا ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ ایک ہزار سال عمر پائے۔ حالانکہ یہ ایک ہزار سال کی بڑی عمر کا پالینا اسے عذاب سے نہیں بچا سکتا،اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں (۹۶) آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہے،تو (اسے سمجھ لینا چاہئے کہ) جبریل نے تو اس کلام اللہ کو اللہ کی اجازت سے آپ کے دل پر اتارا ہے، جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی سچائی ظاہر کرتا ہے،اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے (۹۷) جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے،تو بے شک اللہ تعالیٰ (ایسے) کافروں کا دشمن ہے (۹۸)

تفسیر وتشریح

پچھلی آیات میں یہودیوں کو اپنے دعوے کے سچا ہونے کا ثبوت پیش کرنے کے لئے انہیں موت کی تمنا کرنے کا حکم دیا گیا تھا،اور پہلے ہی یہ پیشین گوئی بھی کر دی گئی تھی کہ یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۹۶ میں یہودیوں کے موت کی تمنا نہ کرنے کی یہ وجہ بیان فرمائی گئی ہے

Idara Ghufran

کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی سے بہت محبت وحرص رکھتے ہیں، یہاں تک کہ یہودیوں کو مشرکین (جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان) سے بھی زیادہ دنیا کی حرص ہے، اوراسی وجہ سے یہودیوں میں سے ہر شخص ہزار برس عمر کی ہوِس رکھتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اولاً تو دنیا میں اتنی لمبی عمر ملنا مشکل ہے، اور اگر کسی کو بالفرض اتنی لمبی عمر مل بھی جائے تب بھی اس کی یہ لمبی عمر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی، بلکہ ان کی عمر جتنی زیادہ لمبی ہوگی، اسی قدر ان کی بداعمالیوں کا سلسلہ بھی طویل ہوگا، اور عذاب بھی پھر اسی اعتبار سے زیادہ شدید ہوگا۔

اور ان کے سب اعمال اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر ہیں، اس لئے اپنی بداعمالیوں کو اللہ تعالیٰ سے ہرگز نہیں چھپا سکتے، اور ان بداعمالیوں پر ان کو عذاب مل کر رہے گا۔

یہودیوں کو دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زندہ رہنے کا زیادہ حریص بتلا کر مشرکین سے بھی زیادہ حریص ہونے کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا کہ عرب کے مشرک آخرت کے منکر تھے، اور وہ سب کچھ دنیا ہی کو سمجھتے تھے، اس لئے وہ اگر لمبی عمر کی تمنا کرتے تو اتنے زیادہ تعجب کی بات نہیں تھی، لیکن یہودی تو آخرت کے قائل ہیں، اس کے باوجود ان کا مشرکین سے بھی زیادہ لمبی عمر کی حرص کرنا زیادہ تعجب کی بات ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہودی جو اپنے آپ کو جنت اور آخرت کے خاص مستحق سمجھنے کا دعویٰ کرتے تھے وہ درست نہیں تھا، اور اصل بات یہ ہے کہ ان کو اپنے مجرم ہونے کا یقین ہے، اسی لئے آخرت سے وحشت کھاتے ہیں، اور دنیا میں لمبی عمر کی خواہش رکھتے ہیں، کیونکہ جس کو آخرت کی حقیقت اور جنت کی نعمتوں پر یقین ہوتا ہے، اس کا دنیا کے ساتھ اس طرح کا طرزِ عمل نہیں ہوتا (معارفین بتغیر)

یہودیوں کی حضرت جبریلِ امین سے عداوت اور اس کی تردید

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ اور ۹۸ میں یہودیوں کے ایمان نہ لانے کے ایک خاص بہانے کو ذکر کر کے اس کی تردید فرمائی گئی ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہودیوں نے یہ کہا تھا کہ ہم قرآن پر اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ اس کو جو فرشتہ لے کر نازل ہوتا ہے، وہ جبریل ہیں، اور وہ ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ وہی عذاب لے کر آتے ہیں، اس لئے ہم ان کی بات نہیں مانیں گے۔

البتہ میکائیل ہمارے دوست ہیں جو رحمت اور بارش کے فرشتے ہیں، وہ اگر وحی لے کر آتے تو ہم مان لیتے

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک یہودیوں کے حضور ﷺ سے چند سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل تفصیلی روایت میں ہے کہ:

قَالُوا :صَدَقْتَ، إِنَّمَا بَقِيَتْ وَاحِدَةٌ وَهِيَ الَّتِي نُبَايِعُكَ إِنْ أَخْبَرْتَنَا بِهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ نَبِيٍّ إِلا لَهُ مَلَكٌ يَأْتِيهِ بِالْخَبَرِ، فَأَخْبِرْنَا مَنْ صَاحِبُكَ؟ قَالَ " : جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلامُ "، قَالُوا :جِبْرِيلُ ذَاكَ الَّذِي يَنْزِلُ بِالْحَرْبِ وَالْقِتَالِ وَالْعَذَابِ عَدُوُّنَا، لَوْ قُلْتَ :مِيكَائِيلَ الَّذِي يَنْزِلُ بِالرَّحْمَةِ وَالنَّبَاتِ وَالْقَطْرِ، لَكَانَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ) إِلَى آخِرِ الْآيَةَ (مسند احمد حديث نمبر ۲۴۸۳، واللفظ لهٗ،المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۲۲۵۹)

ترجمہ: یہودیوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا، بس ہمارا ایک سوال باقی رہ گیا ہے، اور یہی وہ سوال ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم آپ سے بیعت کریں (اور ایمان لائیں) گے، اگر آپ نے اس کا ہمیں جواب دے دیا، وہ یہ ہے کہ کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہوا کہ جس کے لئے کوئی وحی لانے والے فرشتہ مقرر نہ ہو، تو آپ ہمیں بتلائیے کہ آپ کے لئے کون سا فرشتہ مقرر ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام، یہودیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ جبریل تو وہ ہیں جو کہ جنگ اور قتال اور عذاب کے وقت نازل ہوتے ہیں، جو کہ ہمارے دشمن ہیں، اگر آپ حضرت میکائیل کا فرماتے جو کہ رحمت اور رزق اور بارش کا حکم لے کر نازل ہوتے ہیں، تو ٹھیک ہوتا (اور ہم آپ کی اتباع کرتے) اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ''مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ'' آخر تک (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہانے کی اس طرح تردید فرمائی کہ اے محمد ﷺ! اگر یہودی یہ کہیں کہ ہم قرآن کو اس لئے نہیں مانتے کہ وہ جبریل کے واسطہ سے نازل ہوا ہے، اور جبریل ہمارے دشمن ہیں۔

تو آپ نے ان کے جواب میں فرما دیجئے کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، اس لئے کہ حضرت جبریل نے تو اس قرآن کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر اتارا ہے، جس میں جبریل کا کوئی دخل اور اختیار نہیں، وہ تو محض سفیر اور ایلچی ہیں، تمہیں چاہیئے کہ اس پر نظر کرو کہ نازل کرنے والا کون ہے، اللہ تعالیٰ اگر بجائے جبریل کے یہ کام میکائیل کے سپرد فرما دیتے تو وہ بھی یہی کرتے۔

پھراس قرآن مجید کے اوصاف کو دیکھو کہ وہ کیسا ہے، تو اس میں تین باتیں ہیں۔

پہلی بات قرآن مجید میں یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، اس لئے قرآن مجید کی یہ تصدیق تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق ہے، اور اس کا انکار وتکذیب تمام آسمانی کتابوں کا انکار وتکذیب ہے۔

دوسری بات قرآن مجید میں یہ ہے کہ وہ ہدایت یعنی سیدھا راستہ بتلاتا ہے، اور سیدھا راستہ تو اگر دشمن بھی بتلائے تو اسے فوراً قبول کر لینا اور مان لینا چاہئے۔

تیسری بات قرآن مجید میں یہ ہے کہ وہ ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے، اور خوشخبری لانے والے سے تو محبت اور الفت ہونی چاہئے، نہ کہ دشمنی وعداوت۔

اور جو فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان باتوں پر مشتمل کتاب لے کر آتا ہے، وہ ہرگز عداوت اور دشمنی کے لائق نہیں، اور اس سے دشمنی کرنا صراصر ناانصافی ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر کوئی جبریل کا دشمن ہو، تو اسے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ درحقیقت اللہ کا بھی دشمن ہے، اور اس کے فرشتوں کا بھی دشمن ہے، اور اس کے رسولوں کا بھی دشمن ہے، اور بطور خاص جبریل اور میکائیل کا بھی دشمن ہے۔

لہٰذا جو شخص جبریل کا دشمن ہوگا، وہ اللہ اور اس کے فرشتوں، اور رسولوں کا دوست کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے وہ یقیناً کافر ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

چنانچہ حضرت عامر سے روایت ہے کہ:

انُطَلَقَ عُمَرُ إِلَی یَھُودٍ ، فَقَالَ :أُنُشِدُکُمَ اللَّهَ ، الَّذِی أَنُزَلَ التَّوُرَاةَ عَلَی مُوسَی ، هَلُ تَجِدُونَ مُحَمَّدًا فِی کُتُبِکُمُ ؟ قَالُوا :نَعَمُ ، قَالَ :فَمَا یَمُنَعُکُمُ أَنُ تَتَّبِعُوهُ ؟ فَقَالُوا :إِنَّ اللَّهَ لَمُ یَبُعَثُ رَسُولاً إِلَّا کَانَ لَهُ مِنُ الُمَلائِکَةِ کِفُلٌ ، وَإِنَّ جِبُرِیلَ کِفُلُ مُحَمَّدٍ ، وَهُوَ الَّذِی یَأُتِیهِ ، وَهُوَ عَدُوُّنَا مِنُ بَیُنِ الُمَلائِکَةِ ، وَمِیکَائِیلُ سِلُمُنَا ، فَلَوُ کَانَ مِیکَائِیلُ هُوَ الَّذِی یَأُتِیهِ أَسُلَمُنَا .قَالَ :فَإِنِّی أَنُشُدُکُمُ بِاللهِ الَّذِی أَنُزَلَ التَّوُرَاةَ عَلَی مُوسَی ، مَا مَنُزِلَتُهُمَا مِنُ رَبِّ الُعَالَمِینَ ؟ قَالُوا : جِبُرِیلُ عَنُ یَمِینِهِ وَمِیکَائِیلُ عَنُ یَسَارِهِ ، قَالَ عُمَرُ :فَإِنِّی أَشُهَدُ مَا یَتَنَزَّلَانِ إِلَّا

بِإِذْنِ اللهِ ، وَمَا كَانَ مِيكَائِيلُ لِيُسَالِمَ عَدُوَّ جِبْرِيلَ ، وَمَا كَانَ جِبْرِيلُ لِيُسَالِمَ عَدُوَّ مِيكَائِيلَ.

فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَهُمْ ، إِذْ جَاءَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ، فَقَالُوا :هَذَا صَاحِبُكَ يَابْنَ الْخَطَّابِ ، فَقَامَ إِلَيْهِ ، فَأَتَاهُ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ :(مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللهِ) إِلَى قَوْلِهِ :(فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ)(مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب المغازی، باب ما رأی النبی صلی الله علیه وسلم قبل النبوة)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہود کی طرف تشریف لے گئے،اور فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں،جس نے توراۃ کو حضرت موسیٰ پر نازل کیا، کیا تم اپنی کتابوں میں محمد ﷺ کا ذکر نہیں پاتے؟ تو یہودیوں نے کہا کہ بے شک پاتے ہیں،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تمہیں حضور ﷺ کی اتباع کرنے میں کیا چیز مانع اور رکاوٹ ہے،تو یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسول بھی مبعوث فرمایا،تو اس کے لئے فرشتوں میں سے کوئی مقرر کیا ہے، اور جبریل محمد ﷺ کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، جو کہ ان کے پاس آتے ہیں، جبکہ وہ فرشتوں میں سے ہمارے دشمن ہیں،اور میکائیل ہمارے ساتھی ہیں، پس اگر میکائیل ان کے پاس آیا کرتے،تو ہم تسلیم کر لیتے،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے توراۃ کو حضرت موسیٰ پر نازل فرمایا کہ جبریل اور میکائیل کا رب العالمین کے نزدیک کیا مقام اور مرتبہ ہے؟ تو یہودیوں نے کہا کہ جبریل اللہ کے دائیں جانب اور میکائیل بائیں جانب ہیں،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ (جب ان دونوں کو اللہ تعالیٰ سے یہ قرب حاصل ہے،تو یہ بات ناممکن ہے کہ یہ دونوں آپس میں دشمن ہوں، اور) یہ دونوں (تو) صرف اللہ ہی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، اور میکائیل کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ جبریل کے دشمن کے ساتھ دوستی اور صلح کریں،اور جبریل کے لئے بھی یہ بات ناممکن ہے کہ وہ میکائیل کے دشمن کے ساتھ دوستی اور صلح کریں۔

پس ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہودیوں کے پاس ہی تھے کہ نبی ﷺ تشریف لے آئے،

جس پر یہودیوں نے کہا کہ اے عمر بن خطاب! یہ آپ کے ساتھی ہیں، تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اور نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہو چکی تھی کہ ''مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِجِبۡرِیلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلۡبِکَ بِإِذۡنِ اللهِ سے فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلۡکَافِرِینَ تک'' (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ میکائیل سے دوستی اور محبت کا دَم بھرنا اور جبریل سے عداوت رکھنا، یہ دونوں باتیں کفر کے اعتبار سے ہم پلّہ ہیں (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید کے حضور ﷺ کے دل پر نازل ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کلام کے نازل ہونے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ وہ کلام پہلے کان میں پہنچے، اور پھر کان کے ذریعہ سے دل تک پہنچے، یہ طریقہ تو عام اور معروف ہے، اور سب لوگ اسی طریقہ سے کسی کلام اور گفتگو کو حاصل کرتے ہیں۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ براہِ راست دل پر اترے، اور الفاظ اور معنیٰ سب دل میں ہی اتریں، اور پھر دل سے کان اور زبان پر پہنچیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کلام کو صحیح طرح حاصل کرنے اور سمجھنے کا یہ طریقہ زیادہ جامع اور کامل ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے کلام دل میں پوری طرح محفوظ ہو جاتا ہے، اور بھولنے یا اس کی مراد اور معنیٰ میں غلطی کا کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

اور قرآن مجید حضور ﷺ پر اسی دوسرے طریقہ پر نازل ہوتا تھا، اس وجہ سے قرآن مجید کے دل پر نازل ہونے کا ذکر کیا گیا (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

صفوں کو درست کرنے کی فضیلت واہمیت

نماز میں صفوں کو صحیح کرنے کی احادیث میں بہت تاکید وفضیلت آئی ہے،اوراس کی خلاف ورزی پر سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أَقِيمُوا الصُّفُوف، فَإِنَّمَا تَصُفُّونَ بِصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ ، وَلِينُوا فِي أَيْدِي إِخْوَانِكُمْ، وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا، وَصَلَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (مسند احمد حديث نمبر ۵۷۲۴، واللفظ لهٗ ،ابوداؤد، كتاب الصلوٰة،باب تسوية الصفوف)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:صفوں کو درست کرو، پس تم فرشتوں کی صفوں کی طرح اپنی صفیں بناؤ، اور اپنے مونڈھوں کو ایک دوسرے کی سیدھ میں رکھو، اور صف کے درمیان خلاء کو پُر کرلو،اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ(کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے میں ہٹ دھرمی نہ کرو)اور شیطان کے لئے خلاء نہ چھوڑو،اور جس نے صف کو ملایا،تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو(اپنی رحمت اور قرب کے ساتھ) ملائیں گے،اور جس نے صف کو کاٹا (مثلاً درمیان میں خلا چھوڑ دیا) تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو(اپنی رحمت اور عظیم ثواب سے) کاٹ دیں گے(ترجمہ ختم)

اس حدیث میں چند چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔پہلا حکم یہ دیا گیا کہ صفوں کو قائم اور درست کیا جائے، اور دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ فرشتوں کی صفوں کی طرح صفیں بنائی جائیں،اور تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ مونڈھے ایک دوسرے کی سیدھ میں رکھے جائیں،اور چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ خلاء کو پُر کرلیں،اور پانچواں حکم یہ دیا گیا کہ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ،اور چھٹے(خلاء چھوڑ دینے کا نقصان بتلاتے ہوئے) یہ حکم دیا

گیا کہ شیطان کے لئے خلاء نہ چھوڑا جائے، اور ساتویں صف کو ملانے کی عظیم فضیلت اور آٹھویں اس کی خلاف ورزی کے عظیم نقصان کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے اگلی صفوں کو مکمل کرنا، اگلی صفیں جب تک پُر نہ ہو جائیں پچھلی صف میں کھڑا نہ ہونا، صفوں میں خلا نہ چھوڑنا، تمام صفوں کو بالکل سیدھا کرنا، یہ سب باتیں صفیں صحیح کرنے میں شامل ہیں اور ان میں سے کسی قسم کی کوتاہی کرنا صحیح نہیں۔

اور اگرچہ مذکورہ حدیث سے فرشتوں کے صف بنانے کا طریقہ بھی ضمناً معلوم ہو گیا، لیکن حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی مزید وضاحت اس طرح آئی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :أَلَّا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا ؟ قَالُوا :وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا ؟ قَالَ :يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الأَولَى ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ(مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الصلاة)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کیوں اس طرح صفیں نہیں بناتے، جس طرح کہ اپنے رب کے سامنے فرشتے صفیں بناتے ہیں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف بناتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں، اور صف میں مِل مِل کر (ایک دوسرے کی سیدھ میں) کھڑے ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں صفوں کو برابر اور صحیح کرنے کے بارے میں اس طرح تاکید آئی ہے:

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ،فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلاةِ (بخارى ،كتاب الاذان،باب إقامة الصف من تمام الصلاة،مسلم ،باب تسوية الصفوف)

ترجمہ: صفوں کو برابر (یعنی سیدھا) کرو اس لیے کہ صفوں کو سیدھا کرنا نماز کے قائم کرنے میں شامل ہے (ترجمہ ختم)

قرآن مجید میں جہاں بھی ایمان والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مذکورہ حدیث میں نماز قائم کرنے میں اس عمل کو بھی شامل کیا گیا ہے کہ اپنی صفوں کو سیدھا کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ صفیں سیدھی کرنا کوئی معمولی عمل نہیں اور یہ نماز قائم کرنے کے حکم کو پورا کرنے میں داخل ہے۔

اورحضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم -يُسَوِّى صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلاَةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ(سنن ابی داوٗد ،باب تسوية الصفوف)

ترجمہ: جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے،اور جب ہم اپنی صفیں درست کرلیا کرتے تھے تو پھر نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح اپنی زبانِ مبارک سے صفوں کو درست کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے،اسی طرح اپنے عمل مبارک سے بھی صفوں کو درست کرایا کرتے تھے۔یہ سب کچھ آپ ﷺ کے نزدیک صفوں کو درست کرنے کی اہمیت وتاکید کے پیشِ نظر تھا۔اور حضور ﷺ کی اتباع میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی صفیں درست کرانے کا معمول رہا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اپنے قول اور فعل سے ہر طرح صفوں کو درست کرنے اور کرانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔اوراسی وجہ سے امام کو نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کو درست کرانا سنت ہے(ملاحظہ ہو:مرقاۃ،باب الجماعۃ)

حضرت جابر بن عبداللہ اورحضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم إن من تمام الصلاة إقامة الصف (مصنف عبدالرزاق ، كتاب الصلاة، باب الصفوف، حديث نمبر ۲۴۲۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صف کو درست کرنا نماز کو مکمل کرنے میں داخل ہے (ترجمہ ختم)

اور خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کا مضمون مروی ہے، جوآگے آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ، فَإِنَّ مِنْ حُسْنِ الصَّلاَةِ إقَامَةَ الصف(مصنف ابنِ ابی شيبة،مَا قَالُوا فِي إقَامَةِ الصَّفِّ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرو،اس لئے کہ نماز کا حسن صف کو

درست کرنا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفوں کو درست کرنا نماز کے حسن میں داخل ہے، اور اس سے پہلے وہ احادیث گزر چکی ہیں، جن میں صفوں کے درست کرنے کے عمل کو نماز کو قائم کرنے اور نماز کو مکمل کرنے کا حصہ بتلایا گیا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَصِلُونَ الصُّفُوفَ وَمَنْ سَدَّ فُرْجَةً رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً (ابنِ ماجة، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت فرماتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں، اور فرشتے ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں، اور جس نے صف کے درمیان خلاء کو پُر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَدَّ فُرْجَةً فِي الصَّفِّ، كُتِبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ، وَرُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَمُحِيَ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةٌ (معرفة الصحابة لابی نعيم ، حديث نمبر ۶۷۱۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صف کے درمیان خلاء کو پُر کیا، اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور اس کے ایک (صغیرہ) گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أن النبی صلى الله عليه وسلم قال " :من سد فرجة فی الصف غفر له " (مسند البزار حديث نمبر ۴۲۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صف کے درمیان خلاء کو پُر کیا، تو اس کا گناہ معاف کیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم :مَنْ سَدَّ فُرْجَةً فِی صَفٍّ رَفَعَهُ اللّٰہُ بِهَا دَرَجَةً ، وَ بَنَی لَهٗ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۵۷۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صف کے درمیان خلاء کو پُر کیا، تو اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ(نسائی، کتاب الصلاۃ، باب من وصل صفا)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے صف کو ملایا، تو اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت اور قرب کے ساتھ) ملائیں گے، اور جس نے صف کو کاٹا (مثلاً درمیان میں خلا چھوڑ دیا) تو اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت اور عظیم ثواب سے) کاٹ دیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

لَأَنْ تَسْقُطَ ثَنِيَّتَایَ أَحَبّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أَرَی فِی الصَّفِّ خَلَلاً لاَ أَسُدّهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاۃ، باب فی سد الفرج فی الصف)

ترجمہ: مجھے اپنے سامنے کے دو دانتوں کا ٹوٹ جانا اس بات کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں صف میں خلا دیکھوں اور اسے پُر نہ کروں (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے صفوں کے درمیان پائے جانے والے خلاء کو پُر کرنے کے عظیم الشان فضائل اور تاکید معلوم ہوئی۔

اور دوسری طرف صفوں کے درمیان خلاء کو چھوڑ دینے پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم -يُسَوِّی صُفُوفَنَا حَتَّی كَأَنَّمَا يُسَوِّی بِهَا الْقِدَاحَ حَتَّی رَأَی أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتَّی كَادَ يُكَبِّرُ فَرَأَی رَجُلاً بَادِيًا صَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰہِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰہُ

بَیْنَ وُجُوهِکُمْ (صحیح مسلم باب تسویة الصفوف)

رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے، اور صفوں کو اتنے اہتمام کے ساتھ درست فرماتے تھے گویا کہ ان صفوں کے ذریعہ سے تیر کے لوہے کو سیدھا فرمارہے ہوں، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات پہچان لی کہ ہم نبی ﷺ کی طرف سے صفوں کی درستگی کو سمجھ چکے ہیں۔ پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپ نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے سینے کو صف سے آگے نکلا ہوا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو ضرور درست کرلیا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت ڈال دیں گے

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ بہت اہتمام کے ساتھ صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَصُّوْا صُفُوْفَکُمْ وَقَارِبُوْا بَیْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ کَاَنَّهُ الْحَذَفُ (ابو داؤد، باب تسویة الصفوف)

ترجمہ: ”اپنی صفوں کو خوب ملاؤ اور قریب قریب کھڑے ہو اور گردنیں ایک دوسرے کی سیدھ میں رکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان اس طرح داخل ہوتا ہے جیسے بھیڑ کا بچہ“ (ترجمہ ختم)

اس حدیث شریف میں صفیں سیدھی کرنے کا یہ طریقہ ارشاد ہوا کہ مِل مِل کر کھڑے ہوا جائے، اور گردنیں ایک دوسرے کی سیدھ میں اور برابر ہوں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے جہاں صفیں درست کرنے کی تاکید اور فضیلت بیان فرمائی ہے وہاں صفیں درست کرنے کا طریقہ بھی امت کو سکھا دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ درمیان میں خلاء نہ چھوڑا جائے، اور کندھے اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھے جائیں اور ان میں سے کوئی چیز آگے پیچھے نکلی ہوئی نہ ہو۔

کیا نماز میں باہم پاؤں کی انگلیاں یا ٹخنے ملانا سنت ہے؟

آج کل کچھ لوگ صفیں درست کرنے کی غرض سے جماعت کی نماز میں پاؤں کے ٹخنے اور پاؤں کی

اُنگلیاں دوسرے نمازی کے پاؤں کے ٹخنے اور انگلیوں کے ساتھ ملانے کو سنت سمجھتے ہیں، اوراس پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، یہاں تک کہ اگر دوسرے نمازی کے ٹخنوں اور پاؤں کی انگلیوں کے ساتھ اپنے ٹخنے اورانگلیاں ملانے کی خاطر ٹانگیں چوڑی کرنی پڑیں،تواس سے بھی گریز نہیں کرتے۔

حالانکہ حضور ﷺ نے کسی حدیث میں بھی صفیں بناتے ہوئے ٹخنوں سے ٹخنے اور انگلیوں سے انگلیاں ملانے کا حکم نہیں دیا اور نہ خود عمل کیا۔لہٰذا ایسی صورت میں اس عمل کو سنت قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

لیکن اس دور کے بعض غیر مقلدین اس کو سنت قرار دیتے ہیں، اوراس پر بہت زیادہ اصرار اور غلو کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی خاطر اپنی خشوع والی حالت کو بھی بگاڑ لیتے ہیں۔

اوران غیر مقلدین کو حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے ظاہری الفاظ سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:

وَقَالَ النُّعمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ......عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ......وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ

(بخاری، کتاب الاذان، بَاب إِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ)

ترجمہ: اور حضرت نعمان بن بشیر نے فرمایا کہ میں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے ٹخنے کو اپنے برابر والے کے ٹخنے سے ملالیتا تھا......اور حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ......ہم میں سے کوئی اپنے مونڈھے کو اپنے برابر والے کے مونڈھے اور اپنے قدم کو اپنے برابر والے کے قدم سے ملالیتا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مسند عبد بن حمید میں اس طرح روایت ہے:

فلقد كنت أرى الرجل منا يلزق منكبه بمنكب أخيه وقدمه بركبته (مسند عبد بن حميد ،حديث نمبر ۱۴۰۹)

ترجمہ: پس میں دیکھتا تھا ہم میں سے ایک آدمی اپنے مونڈھے کو اپنے برابر والے کے مونڈھے اور اپنے قدم کو اپنے برابر والے کے قدم سے ملالیتا تھا (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے بعد یہ مضمون بھی مروی ہے کہ:

وَلَوْ ذَهَبْتَ تَفْعَلَ ذٰلِكَ اليوم لَتَرَى أَحَدَهُمْ كَأَنَّهُ بَغْلٌ شَمُوسٌ (مسندِ ابی یعلیٰ

الموصلی حدیث نمبر ۳۶۲۰،مصنف ابنِ ابی شیبة، باب مَا قَالُوا فِی إِقَامَةِ الصَّفِّ)

ترجمہ: اوراگرآج آپ یہ عمل کریں(کہ مونڈھے سے مونڈھااورقدم سےقدم ملائیں) تو آپ ان میں سے کسی کو دیکھیں گے، گویا کہ وہ بِدکتا ہوا خچر ہے(یعنی اس عمل کی وجہ سے دوسرا شخص وحشت کھائے گا،اور برامنائے گا)(ترجمہ ختم)

اوّلاً تو یہ حضور ﷺ کا قول یا فعل نہیں،اور دوسرے ان روایات کے الفاظ سے واضح ہے کہ تمام صحابۂ کرام کا یہ معمول نہیں تھا، بلکہ کوئی آدمی ایسا کیا کرتا تھا۔اس لئے ان روایات سے اس عمل کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں کسی کے ساتھ ایسا عمل کرنے کو دوسرے کی نفرت کا باعث قرار دیا ہے،جیسا کہ اوپر روایت میں گزرا۔

اگر یہ عمل سنت ہوتا تو صحابۂ کرام اس کو کیوں ترک فرماتے،اوراس سے کوئی نفرت کیوں کرتا؟

پس یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام میں یہ عمل رائج نہ تھا،اور یہ عمل سنت نہیں۔ [1]

پھر روایت میں صرف قدم ملانے ہی کا ذکر نہیں، بلکہ ٹخنے اور گھٹنے ملانے کا بھی ذکر ہے،اور ظاہر ہے کہ ان تمام اعضاء کو حقیقت میں ملا کر رکھنا مشکل ہے۔اور یہ تفصیل تو اس وقت ہے جبکہ روایت میں ٹخنوں سے ٹخنے اور قدم سے قدم ملانے سے ظاہری معنیٰ مراد لئے جائیں۔

اوراگر ظاہری معنیٰ مراد نہ لئے جائیں بلکہ صفوں کے درمیان خلاء کو پُر کرنے میں مبالغہ مراد لیا جائے، یا یہ مراد لیا جائے کہ اس سے گھٹنوں کو گھٹنوں کی سیدھ میں اور ٹخنوں کو ٹخنوں کی سیدھ میں اور پیروں کو پیروں کی سیدھ میں رکھنا مراد ہے،تو پھر کوئی شبہ نہیں۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ :

المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف وسد خلله وقد ورد الأمر بسد خلل الصف والترغیب فیه(فتح الباری لابنِ حجر، کتاب الاذان، باب إلزاق

---

[1] چنانچہ اعلاء السنن میں ہے:

قلت: وقول انس کان أحدنا وقوله ولقد رایت احدنا یفید أن الفعل المذکور کان فی زمن النبی صلی الله علیه و سلم ولم یبق بعده کما صرح به قول فی روایة معمر ولو فعلت ذلک بأحدهم الیوم لنفر کأنه بغل شموس.فلو کان ذلک سنة مقصودة من سنن الصلاة لم یترکه الصحابة ولم یتنفر منه احد (اعلاء السنن ، الجزء الرابع ، صفحة ۳۶۰، باب سنیة تسویة الصف ورصها)

المنکب بالمنکب و القدم بالقدم فی الصف)

ترجمہ: اس سے صف کو درست کرنے اور درمیان کے خلاء کو پُر کرنے میں مبالغہ کرنا مراد ہے، اور صف کے خلاء کو پُر کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب بہت سی احادیث میں آئی ہے۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وَأَشَارَ بِهٰذَا اِلَی الْمُبَالَغَةِ فِیْ تَعْدِیْلِ الصُّفُوْفِ وَسَدِّالْخَلَلِ فِیْهِ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری،باب الصاق المنکب بالمنکب و القدم بالقدم فی الصف)

ترجمہ: ''اس سے صفیں سیدھی کرنے میں مبالغہ اور صفوں کے درمیان میں خلاء پُر کرنا مراد ہے'' (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

و کان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه ، و قدمه بقدمه .حدیث أنس هذا : یدل علی أن تسویة الصفوف :محاذاة المناکب و الأقدام (فتح الباری لابنِ رجب ،کتاب الصلاة، باب إلزاق المنکب بالمنکب و القدم بالقدم فی الصف)

ترجمہ: اور ہم میں سے کوئی ایک اپنے کاندھے کو اپنے برابر والے کے کاندھے، اور اپنے قدم کو اپنے برابر والے کے قدم سے ملاتا تھا۔

حضرت انس کی یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ صفوں کو درست کرنے میں کاندھوں اور پاؤں کو ایک دوسرے کی سیدھ میں کرنے کا اعتبار ہے (ترجمہ ختم)

اور ریاض الصالحین کی شرح دلیل الفالحین میں ہے کہ:

(بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه) مبالغة فی التراص الذی أمروا به(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین،باب فضل الصف الاول)

ترجمہ: اپنے مونڈھے کو برابر والے کے مونڈھے کے ساتھ اور اپنے قدم کو برابر والے کے قدم کے ساتھ ملانے سے دراصل اس خلاء کو پُر کرنے میں مبالغہ مقصود ہے، جس کا احادیث میں حکم دیا گیا ہے (ترجمہ ختم)

اور بخاری شریف کی شرح فیض الباری میں ہے کہ:

قال الحافظ :المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف وسد خلله .قلت: وهو مراده عند الفقهاء الأربعة............قلت :ولم أجد عند السلف فرقا بین حال الجماعة والانفراد فی حق الفصل، بأن کانوا یفصلون بین قدمیهم فی الجماعة أزید من حال الانفراد، وهذه المسألة أوجدها غیر المقلدین فقط، ولیس عندهم إلا لفظ الإلزاق .ولیت شعری، ماذا یفهمون من قولهم الباء للإلصاق، ثم یمثلونه :مررت بزید، فهل کان مروره به متصلا بعضه ببعض، أم کیف معناه؟ (فیض الباری شرح البخاری للکشمیری، کتاب الاذان، باب إلزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف)

ترجمہ: حافظ ابنِ حجر نے فرمایا کہ اس سے صف کو درست کرنے اور درمیان کے خلاء کو پُر کرنے میں مبالغہ مراد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ چاروں فقہائے کرام کے نزدیک بھی یہی مراد ہے......میں کہتا ہوں کہ: میں نے سلف میں کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں پایا جو جماعت کے ساتھ اور تنہا نماز پڑھنے کی حالت کے درمیان اس فرق کا قائل ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی حالت میں تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں پیروں کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھتے ہوں، اور یہ مسئلہ صرف غیر مقلدین ہی کے نزدیک ہے، اور غیر مقلدین کے پاس ''الزاق'' کے علاوہ کوئی لفظ نہیں ہے، اور ان کو کیا ہوگیا وہ عرب کے اس قول سے کہ ''باء'' الصاق کے لئے ہے، کیا سمجھتے ہیں؟ پھر یہ لوگ یہ مثال دیتے ہیں کہ میں زید کے ساتھ گزرا (اس مثال میں بھی ''باء'' الصاق کے لئے ہے، جس طرح کہ روایت میں ''بقدمہ'' وغیرہ میں الصاق کے لئے ہے) تو کیا اس مثال میں زید کے ساتھ گزرنا اس طرح متصل مراد ہے، کہ جسم کا بعض حصہ بعض کے ساتھ ملا ہوا ہو، یا اس کے کچھ اور معنیٰ ہیں؟ (ترجمہ ختم)

اور ابوداؤد کی شرح بذل المجہود میں ہے کہ:

ولعل المراد بالالزاق المحاذاة ، فان الزاق الرکبة بالرکبة والکعب بالکعب فی الصلاة مشکل . واما الزاق المنکب بالمنکب فمحمول علی الحقیقة

(بذل المجهود فی حل ابی داؤد ،جزء ۱ صفحة ۳۶۰، باب تسویة الصفوف)

ترجمہ: اور غالباً الزاق سے مراد مقابلہ میں ہونا ہے(ملا ہوا ہونا مراد نہیں، اور مطلب یہ ہے کہ گھٹنے اور ٹخنے وغیرہ ایک دوسرے کے بالمقابل سیدھ میں ہوتے تھے) کیونکہ گھٹنہ کے گھٹنے کے ساتھ اور ٹخنے کا ٹخنے ساتھ نماز میں ملانا مشکل عمل ہے، البتہ کاندھے کو کاندھے سے ملانا حقیقت پر محمول ہے(ترجمہ ختم)

اور اعلاء السنن میں ہے کہ:

قلت اخذت طائفة فی زماننا بظاهر هذاالحديث فتراهم يلزقون اقدامهم باقدام من يليهم فی الصف .ولايزالون يتكلفون ذلک الی آخر الصلاة .ولايخفی ان فی الزاق الاقدام بالاقدام مع الزاق المناكب بالمناكب والركب بالركب مشقة عظيمة، لاسيما مع ابقائها كذلک الیٰ آخر الصلاة كما هومشاهد ، والحرج مدفوع بالنص علی ان الزاق تلک الاعضاء باجمعها حقيقة غير ممكن اذاكان المصلون مختلفی القامة، فالمراد منه جعل بعضها فی محاذاة بعض (اعلاء السنن ، الجزء الرابع ، صفحة ۳۵۹، ۳۶۰، باب سنية تسوية الصف ورصها)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں ایک گروہ نے اس حدیث کے ظاہر کو لے لیا ہے، اور آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے پیروں کو اپنے برابر والوں کے ساتھ صف میں جوڑ لیتے ہیں، اور نماز کے آخر تک اس کا تکلف کرتے رہتے ہیں، حالانکہ یہ بات سمجھنا کوئی دشوار نہیں کہ پیروں کا پیروں کے ساتھ ملانا مونڈھوں کو مونڈھوں کے ساتھ اور گھٹنوں کو گھٹنوں کے ساتھ ملانا سخت مشقت والا کام ہے، خصوصاً جبکہ نماز کے آخر تک اس کو باقی رکھا جائے، اور یہ بات ہر شخص مشاہدہ کر کے معلوم کر سکتا ہے، اور شریعت نے تنگی کو دور کیا ہے، اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ ان تمام اعضاء کو حقیقت میں ملا کر رکھنا ممکن بھی نہیں، جبکہ نمازی مختلف قد وقامت کے ہوتے ہیں (کسی کا گھٹنہ اونچا اور کسی کا نیچا ہوتا ہے، اسی طرح دیگر اعضاء بھی) لہٰذا اس سے اپنے بعض اعضاء کو دوسرے کے بعض اعضاء کی سیدھ میں رکھنا مراد ہے(ترجمہ ختم)

اورترمذی کی شرح معارف السنن میں ہے کہ:

فزعمه بعض الناس أنه على الحقيقة وليس الأمر كذلك بل المراد بذلك مبالغة الراوى فى تعديل الصف وسد الخلل كمافى الفتح (۲:۱۷۶)، والعمدة(۲:۲۹۴) وهذا يرد على الذين يدعون العمل بالسنة ويزعمون التمسك بالاحاديث فى بلادنا حيث يجتهدون فى إلزاق كعابهم بكعاب القائمين فى الصف ويفرجون جدا لتفريج بين قدميهم مما يؤدى إلى تكلف وتصنع ويبدلون الاوضاع الطبيعة ويشوهون الهيئة الملائمة للخشوع، وارادوا ان يسددوا الخلل والفرج بين المقتدين فابقوا خللا وفرجة واسعة بين قدميهم ولم يدروا ان هذا اقبح من ذلك، وقد وقعوا فيه لعدم تنبههم للغرض ولجمودهم بظاهر الألفاظ (معارف السنن ج۲ ص۲۹۷، ۲۹۸، باب ماجاء فى اقامة الصفوف)

ترجمہ: بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ملانے کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں، حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں، بلکہ اس سے مراد راوی کا صف کو درست کرنے اور درمیان کے خلاء کو پُر کرنے میں مبالغہ کرنا ہے، جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری میں ہے، اور یہ بات ہمارے علاقے کے ان لوگوں کے خلاف ہے جو سنت پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور احادیث پر عمل کا گمان کرتے ہیں، اس طرح پر کہ وہ اپنے ٹخنوں کو صف میں کھڑے ہوئے لوگوں کے ٹخنوں کے ساتھ ملانے میں جدوجہد کرتے ہیں، اور اپنے پیروں کے درمیان بہت زیادہ خلاء پیدا کرلیتے ہیں، جو تکلف اور تصنع کا باعث ہے، اور وہ فطری حالت کو بدل دیتے ہیں، اور اس ھیئت کو بگاڑ لیتے ہیں، جو خشوع کے لائق ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ مقتدیوں کے درمیان خلاء اور کشادگی کو تو ختم کردیں، لیکن وہ اپنے پیروں کے درمیان بہت زیادہ خلاء اور کشادگی کو پیدا کرلیتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی یہ حالت اس سے زیادہ بری ہے، اور یہ لوگ اس خرابی میں اس لئے مبتلا ہوئے کہ انہیں روایت کی غرض اور حقیقت ہی معلوم نہیں، اور یہ لوگ ظاہری الفاظ پر ہی جمے رہے، اور ان سے ٹس سے مس نہ ہوئے (ترجمہ ختم)

اتنے عظیم محدثین نے جو تشریح وتفصیل بیان کی ہے وہی صحیح اور برحق ہے، اور بعض غیر مقلدین کا نماز میں گھٹنوں سے گھٹنے، ٹخنوں سے ٹخنے اور انگلیوں سے انگلیاں ملا کر کھڑے ہونے کو صفیں درست کرنے اور سنت کے مفہوم میں داخل کرنا نہ تو درست ہے اور نہ ممکن ہے اور نہ ہی یہ حالت خشوع اور تواضع کے مطابق ہے۔

اور ہمارے مختلف اکابر نے اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو: امدادالفتاویٰ ج اص ۳۶۸، ۳۶۹، باب الامامۃ والجماعۃ)

اور غیر مقلدین کی اس مراد کی مدلل انداز میں تردید فرمائی ہے (ملاحظہ ہو: امدادالاحکام ج اص ۲۹۰، ۲۹۱، کتاب مایتعلق بالحدیث والسنۃ)

لہٰذا صفیں درست کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہوا کہ کاندھوں کے درمیان خلاء نہ چھوڑا جائے، اور کندھے، گردنیں اور قدم ایک سیدھ میں رکھے جائیں اور پاؤں کی ایڑیوں کی سیدھ ملا کر صفوں کو برابر کیا جائے نہ کہ پاؤں کے اگلے حصے یعنی انگلیوں کی سیدھ ملا کر، کیونکہ پاؤں چھوٹا بڑا ہوسکتا ہے، اگر اگلی طرف سے پاؤں کی انگلیاں ملالی جائیں تو پیر چھوٹا بڑا ہونے کی صورت میں ٹخنے ٹخنوں کے، گھٹنے گھٹنوں کے اور کندھے کندھوں کے اور گردن گردن کے برابر اور سیدھ میں نہیں آئیں گے اور خود پیروں کا رُخ بھی سیدھا قبلہ کی طرف نہیں رہے گا، دونوں قدموں کے درمیان ایڑیوں کی طرف سے کم اور پنجوں کی طرف سے زیادہ فاصلہ ہوجائے گا، بہرحال اگر پاؤں کے اگلے حصے سے صف برابر کی جائے تو گردنیں، کندھے اور گھٹنے ایک سیدھ میں نہ ہوں گے اور صف برابر نہیں ہوگی جبکہ ایڑیاں اگر ایک سیدھ میں رکھی جائیں تو صف سیدھی ہوجائے گی، اور مذکورہ تمام اعضاء بھی ایک دوسرے کی سیدھ میں آجائیں گے اور پیروں کا رُخ بھی سیدھا رہے گا۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

زمینی پیداوار کی کمی اور اس کا حل

مورخہ ۱۸ رمضان ۱۴۳۰ھ ۹ ستمبر ۲۰۰۹ء بروز بدھ کے اخبار میں یہ خبر پڑھنے میں آئی کہ :

’’پاکستان کو خوراک کی قلت کے حوالہ سے انتہائی فوڈ سیکورٹی رسک والے ممالک کی فہرست میں شامل کرلیا گیا ہے۔

فرانسیسی خبر رساں ادارے کے مطابق برطانیہ میں قائم میپل کرافٹ نامی فرم کے ایک فوڈ سیکورٹی رسک انڈکس میں 148 ممالک کی رینکنگ کی گئی ہے، جس کے تحت خوراک کی انتہائی قلت کے حوالے سے پاکستان کا ۱۱واں نمبر ہے جبکہ بنگلہ دیش اور بھارت میں خوراک کی قلت کا درجہ پاکستان سے کم ہے مگر پھر بھی ان کو خوراک کے حوالے سے ہائی رسک قرار دیا گیا ہے اور ان ممالک کا درجہ بالترتیب ۲۰واں اور ۲۵واں نمبر ہے جبکہ پاکستان میں خوراک کی قلت ان ممالک کی نسبت سے کہیں زیادہ ہے (ملاحظہ ہو: روزنامہ اسلام، راولپنڈی)

اس خبر میں نمبروں کی ترتیب اور درجات طے کرنے کے حوالہ سے کس قدر حقائق کا لحاظ کیا گیا ہے، اس میں اختلافِ رائے کا ہونا ممکن ہے۔

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے ملک میں بطور خاص خوراک کے حوالہ سے پچھلے دنوں سے جو روز بروز بڑھتی ہوئی کمر توڑ مہنگائی کا سلسلہ جاری ہے، اس سے خوراک کی قلت کا ایک معمولی اندازہ ہر عقلمند کرسکتا ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارا ملک جو کہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہے۔ لیکن اس کے باوجود ملک میں خوراک وغذائی قلت کا سامنا ہے، اس بحران کی وجہ ہماری شومئی قسمت کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے۔

اور اگر اللہ نہ کرے یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو آگے معلوم نہیں کیا حالات درپیش ہوں گے؟ اس پر غور وفکر کرنا ملک کے ہر باشندہ کی ذمہ داری ہے۔

خوراک وغذائی قلت وبحران کے کیا اسباب وعوامل ہیں؟

ہم اس سلسلہ میں مختصر انداز میں چند امور کی نشاندہی کرتے ہیں۔ تا کہ ہر ایک شعبہ سے متعلق فرد اپنی حسبِ

حیثیت جدوجہد کر کے اس بحران سے نکلنے میں اپنی ذمہ داری پوری کرے۔

(۱)......توبہ واستغفار کا اہتمام

خوراک اور پیدوار کی قلت دور کرنے کے لئے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ ضروری کام تو یہ ہے کہ قوم کے تمام افراد توبہ واستغفار کا اہتمام کریں، کیونکہ گناہوں کی نحوست سے بارش روک لی جاتی ہے جس سے غذائی پیداوار میں قلت واقع ہوجاتی ہے، اور توبہ واستغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس بحران سے نجات عطا فرماتے ہیں۔

چنانچہ سورہ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (سورہ نوح آیت ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: پس میں نے کہا تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دیگا اور تمہارے لئے باغات بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمادے گا (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ توبہ استغفار کی وجہ سے گناہ معاف ہونے کے علاوہ کثرت سے بارش ہوگی، اولاد میں ترقی ہوگی، اور نہریں جاری ہوں گی۔

بعض روایات میں ہے کہ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کرو، کسی اور نے آکر اپنی تنگدستی کا شکوہ کیا تو فرمایا استغفار کرو۔

ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ میرا کھیت خشک ہورہا ہے اور پیداوار نہیں تو فرمایا استغفار کرو۔

پھر ایک اور آیا اور اس نے عرض کیا اے امام میرے کنویں کا پانی سوکھ چکا ہے اس میں پانی نہیں تو فرمایا استغفار کرو۔

بعض حاضرین کو اس پر بڑا ہی تعجب ہوا کہ اس مجلس میں مختلف لوگ مختلف اغراض کے لئے آئے اور حسن بصری نے سب کو ایک ہی جواب دیا اور ایک ہی علاج بتایا اس بارے میں آپ

سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے ان سب کو کوئی بات اپنی طرف سے نہیں بتائی بلکہ میں نے ان کو وہی بتایا ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے اور پھر سورہ نوح کی یہی مندرجہ بالا آیات فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ آخر تک تلاوت فرمائیں (معارف القرآن ادریسی)

لہٰذا اس کا اصل حل اور علاج تو یہی ہے کہ گناہوں پر توبہ واستغفار کیا جائے۔

(۲)......دعا کا اہتمام

خوراک اور پیداوار کی قلت دور کرنے کے لئے دوسرا کام یہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کا اہتمام کیا جائے، اور دعا ہر شخص اپنے طور پر بھی کرے، اور نمازوں کے بعد اور جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں بھی دعا کا اہتمام کیا جائے، لیکن جب بارش و پانی کی سخت ضرورت ہو، تو پھر نمازِ استسقاء کا اہتمام کیا جائے، اور نمازِ استسقاء بھی دراصل اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے لئے دعا کرنے کا نام ہے۔

بارش طلب کرنے کے لئے حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صرف دعا کرنا بھی ثابت ہے اور اس بارے میں نماز پڑھنا بھی ثابت ہے، جسے نمازِ استسقاء کہا جاتا ہے۔

(۳)......مالی واجبات اور زکاۃ وعُشر کی ادائیگی کا اہتمام

خوراک اور پیداوار کی قلت دور کرنے کے لئے تیسرا کام یہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالی حقوق اور واجبات جو اہلِ ثروت اور مالداروں پر واجب و لازم کئے ہیں، ان کو ادا کیا جائے، بالخصوص زکاۃ وعشر کی ادائیگی کا صحیح صحیح انتظام واہتمام کیا جائے۔

کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ کی ادائیگی نہ کرنے سے بارش روک لی جاتی ہے اور قحط سالی واقع ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا:

جو لوگ بھی زکاۃ کو روکتے ہیں، تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۱۰۸۳۰)

اور ایک حدیث میں ہے:

جو قوم بھی زکاۃ کو روکتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن سے بارش کو روک لیتے ہیں (مستدرک حاکم، حدیث

نمبر۲۵۷۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زنا عام ہوگا تو (اس گناہ کے بدلہ میں) اچانک موت ہونا عام ہوجائے گا، اور جب لوگ ناپنے تولنے میں کمی کریں گے، تو (اس گناہ کے بدلہ میں) قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ان کا مؤاخذہ فرمائیں گے، اور جب لوگ زکاۃ روکیں گے تو (اس گناہ کے بدلہ میں) اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیں گے، اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش کا ایک قطرہ بھی نازل نہ ہوتا (السنن الواردۃ فی الفتن للدانی حدیث نمبر ۳۲۸)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب بارش روک دی جاتی ہے، تو اس سے طرح طرح کی بیماریاں واقع ہوجاتی ہیں، اور فصل بھی متأثر ہوتی ہے، اور قحط سالی واقع ہوجاتی ہے۔

اس لئے زکاۃ ادا نہ کرنے سے قحط سالی کا عذاب بھی آتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جس قوم نے بھی زکاۃ کو روکا تو اللہ تعالیٰ اس کو قحط سالی میں مبتلا فرمادیتے ہیں (الطبرانیُّ فی الْأَوْسَطِ، حدیث نمبر ۴۵۷۷، تحت من اسمه عبدان)

اس لئے خوراک اور پیداوار کی قلت دور کرنے کے لئے مالی واجبات اور بالخصوص زکاۃ وعشر کی صحیح صحیح ادائیگی کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

اور اس کے علاوہ نفلی صدقہ وخیرات کا بھی اپنی حسبِ حیثیت اہتمام کرنا چاہئے۔

(۴)......خوراک اور پانی کے ضیاع سے بچنے کا اہتمام

خوراک اور پیداوار کی قلت دور کرنے کے لئے چوتھا کام یہ کرنے کی ضرورت ہے کہ غذا کے فضول اور بے جا ضیاع سے اجتناب کیا جائے۔

اور پانی بھی کیونکہ غذا میں شامل ہے، بلکہ دوسری غذاؤں کی پیداوار کا ظاہری سبب ہے، اس لئے اس کے ضیاع سے بھی بچنا ضروری ہے۔

کھانے اور رزق کو کسی بھی طرح سے ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے، خواہ کھانا اپنی ملکیت ہو یا دوسرے کی، بلکہ دوسرے کی ملکیت والی چیز کو بے جا ضائع کرنا دوہرا جُرم ہے، خواہ مالک ضائع کرنے

Idara Ghufran

سے منع نہ کرے اور بُرا نہ مانے، کھانے کا کوئی بھی حصہ زمین پر نہ گرنے دیا جائے، دسترخوان سے قابلِ استعمال رزق اٹھا کر استعمال کرلیا جائے، برتن میں بھی کوئی حصہ نہ چھوڑا جائے، ہڈی کو اچھی طرح چوس کر اور گوشت، سالن اور چاول وغیرہ سے صاف کر کے چھوڑ دی جائے، روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور سالن میں سان کر نہ چھوڑا جائے، کہ دوسرا بھی استعمال نہ کر سکے، اگر کسی ہوٹل وغیرہ میں کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا آپ نے قیمتاً لیا ہے تو بچا ہوا کھانا وہاں چھوڑ کر ضائع نہ کیجئے، بلکہ اپنے ساتھ لے آیئے، اور اس میں کوئی عار محسوس نہ کیجئے، کھانے کو کسی بھی طرح ضائع کرنا سخت گناہ کی بات ہے، آج کل مختلف طریقوں سے کھانے کا بہت ضیاع ہو رہا ہے۔

دوسرے مسلمان بلکہ اپنے بہن، بھائی اور والدین تک کا جھوٹا استعمال کرنا بہت معیوب سمجھا جانے لگا ہے، کھانے کی تقریب سے فارغ ہونے پر لگتا ہے کہ وہاں انسانوں نے نہیں جانوروں نے کھایا ہے کھائے جانے والے کھانے کی مقدار سے زیادہ نہیں تو آدھا کھانا تو مختلف طریقوں سے ضائع کر دیا جاتا ہے، اور ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی کہاوت صادق آتی ہے، کھا کر برتنوں میں بچے ہوئے کھانے کا بہت بڑا حصہ برتن دھوتے وقت کوڑے دان کی نظر کر دیا جاتا ہے یا برتن دھوتے وقت پانی کے ساتھ بہا دیا جاتا ہے، شہروں میں کوڑے کے ڈھیروں پر قیمتی کھانوں کا ڈھیر لگا ہوا نظر آتا ہے، یہی کھانا ضائع ہونے سے بچا کر اگر غریبوں کو دے دیا جاتا تو کتنے اجر وثواب کا کام تھا، پھر کھانے کی اسی اضاعت کا نتیجہ ہے کہ مختلف طریقوں سے بے برکتی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ روٹی کے بچ جانے والے چھوٹے چھوٹے ذرات کو بھی جمع کر کے مرغی، بلی، بھینس اور بکری وغیرہ کو دیا جاتا ورنہ کم از کم چیونٹیوں کو ہی کھانے کے لئے فراہم کر دیا جاتا، جیسا کہ ہمارے اسلاف واکابر کا طریقہ تھا، فقہائے کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ چاول دال وغیرہ پکانے کے لئے چھلنی وغیرہ میں دھونے ہوں تو احتیاط کے ساتھ دھونا چاہئے، اس طرح دھونا کہ کچھ حصہ پانی کے ساتھ بہہ جائے گناہ کی بات ہے (ماخوذ از: کھانے پینے کے آداب ص ۲۸، ۲۹، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

افسوس کہ آج ہماری قوم جس بے دردی کے ساتھ غذا اور پانی کے ضیاع میں مشغول ہے، وہ بہت ناگفتہ بہ حالت ہے۔

آج بے فکری اور لاپرواہی کی وجہ سے بے شمار فضول مواقع میں پانی کو بے دریغ استعمال اور ضائع کر کے

ایک اہم اور زندگی کے لئے لازمی چیز سے محرومی کے عذاب کا سامنا ہے، اسی فضول خرچی کا نتیجہ ہے کہ روز بروز پانی کی مقدار میں کمی آ رہی ہے، زیر زمین پانی کی سطح روز بروز گر رہی ہے، اور پانی کی قلت کی وجہ سے بجلی کی پیداوار میں بھی کمی ہو رہی ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''پانی کا بحران اور اس کا حل'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

(۵)......ذخیرہ اندوزی سے اجتناب

خوراک اور پیدوار کی قلت دور کرنے کے لئے پانچواں کام یہ کرنے کی ضرورت ہے کہ بے جا ذخیرہ اندوزی کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

احادیث میں خوراک کی بے جا ذخیرہ اندوزی کرنے پر سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت معمر بن عبداللہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ ا للہِ صَلَّى ا للہُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ (ترمذی، باب ماجاء فی تحریم الاحتکار)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ذخیرہ اندوزی وہی آدمی کرتا ہے جو (دل کا پاپی و) گناہ گار ہو۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ (دارمی، باب فِی النَّهْیِ عَنْ الاِحْتِکَارِ)

(اشیائے صَرف) پھیلانے اور بکھیرنے والے (دوکاندار و تاجر) کو رزق دیا جاتا ہے (اس کی کمائی و تجارت میں برکت و ترقی ہوتی ہے) اور ذخیرہ کر کے روک رکھنے والے پر اللہ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔

اس لعنت کا دنیوی زندگی میں پھر عملی مظاہرہ یوں سامنے آتا ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے مال کی ظاہری فراوانی کے باوجود بے برکتی و نحوست ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذخیرہ اندوزی کرنے والوں پر طرح طرح کی آفات و بلیات نازل ہوتی ہیں۔

ہم افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے ملک میں ایک بہت بڑا طبقہ ذخیرہ اندوزی کے مرض میں مبتلا ہو کر عوام کے لئے تکلیف و اذیت کا باعث بن رہا ہے، حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ذخیرہ

Idara Ghufran

اندوزوں کے خلاف موثر تادیبی کارروائی کرے۔

اورعوام کواپنی ذمہ داری پر معیاری اور کنٹرول قیمت پر اشیائے خورد ونوش فراہم کرے، اوراس کے لئے مؤثر نظام وضع کرے، جیسا کہ ہمارے ہمسایہ ملک میں بھی راشن کارڈ کی شکل میں نظام رائج ہے۔

(۶)......کاشتکاروں کوخدمتِ خلق اور محنت کے جذبے سے کام کرنے کی ضرورت

خوراک اور پیداوار کی قلت دور کرنے کے لئے چھٹا کام زمینداروں اور کاشتکاروں سے متعلق ہے کہ وہ خدمتِ خلق اور عبادت کے جذبہ کے تحت اپنی زرعی زمین کو پیداوار کیلئے استعمال کریں اور صحیح لگن، محنت اور جذبہ کے ساتھ پیداوار کرنے اور بڑھانے پر توجہ مرکوز کریں۔

بدقسمتی سے دین سے دوری اور جہالت کی وجہ سے اکثر کاشتکاروں اور زمینداروں کو یہ علم نہیں کہ زراعت اور کاشت اسلام کی رُو سے بہت بڑی عبادت اور صدقۂ جاریہ ہے۔

اور دوسری طرف قوم میں کام چوری اور محنت سے جان چھڑانے کا جو مرض پیدا ہوا ہے، اور روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، اس کے نتیجہ میں موجودہ اور خاص کر آنے والی نسل زمینداری و کاشتکاری کے عمل کو چھوڑ کر فضولیات ولغویات اور تعیّشات کی زندگی گزارنے کو ترجیح دے رہی ہے، جس کے نتیجہ میں پیداوار میں روز بروز کمی آ رہی ہے۔

اسلام میں زراعت اور کاشتکاری کی کیا اہمیت وفضیلت ہے؟ خواہ وہ فصل کی شکل میں ہو یا پھل کی شکل میں یا پھر یہاں تک کہ غیر پھل دار درخت کی شکل میں، اس پر چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

> نبی ﷺ امِ معبد کے احاطے (باغ، کھیتی وغیرہ) کے قریب تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ اے امِ معبد یہ کھجور کا درخت کسی مسلمان نے لگایا یا کافر نے؟
>
> تو انہوں نے عرض کیا کہ مسلمان نے لگایا ہے۔
>
> اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے پھر اس درخت سے کوئی انسان اور کوئی چوپایہ اور کوئی پرندہ جو بھی (اس درخت کے پھل، پھول، پتے، شاخ وغیرہ سے) کھاتا ہے، تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہوتا ہے قیامت تک (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۹۰۳، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع واللفظ لہٗ)

یعنی اگر قیامت تک اس سے اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق بھی کسی بھی شکل میں فائدہ اٹھاتی رہے تو اس کا درخت لگانے والے کو صدقۂ جاریہ کے طور پر ثواب ملتا رہتا ہے، جبکہ وہ مسلمان ہو۔

اور مسلم شریف ہی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

لَایَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَایَزْرَعُ زَرْعًافَیَأْکُلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَاشَیْئٌ اِلَّا کَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ (صحیح مسلم، باب فضل الغرس والزرع)

ترجمہ: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی کھیتی (یا چارہ وغیرہ) اُگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان اور چوپایہ اور کوئی بھی چھوٹی موٹی چیز (خواہ وہ کوئی چیونٹی ہی کیوں نہ ہو) اس سے کچھ کھاتی ہے، تو وہ درخت اور کھیتی لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پھل دار درخت نہیں لگایا، بلکہ کوئی ایسا درخت لگادیا جس کے پتے اور شاخوں وغیرہ کو چارے کے طور پر بعض جانور کھاتے ہیں، یا کوئی پھول دار درخت یا پودا لگادیا، جس سے کیڑے مکوڑے اور مکھیاں وغیرہ غذا حاصل کرتی ہیں (جیسے شہد کی مکھیاں اسی طرح کے پھل پھولوں سے رس حاصل کر کے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں، اور شہد بھی تیار کرتی ہیں جو بعد میں غذاؤں اور دواؤں کے کام آتا ہے) یا اس سے بھی کم درجہ کا کوئی اور گھاس پھونس اُگادیا، جو بعض جانوروں (مثلاً گدھے، گھوڑوں) کے چارے کے کام آتا ہے، تو یہ بھی انسان کے لئے عظیم صدقہ ہے۔

اور ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَأَکَلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ دَابَّةٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ (صحیح بخاری، باب رحمة الناس والبهائم)

ترجمہ: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان یا چوپایہ کھاتا ہے، تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لَایَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا فَیَأْکُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ دَابَّةٌ اَوْطَائِرٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ صَدَقَةً (مسنداحمدحدیث نمبر ۱۲۵۲۹)

ترجمہ: جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے، پھر اس سے کوئی انسان یا چوپایہ یا کوئی پرندہ کھاتا

ہے،تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

مَنْ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ طَيْرٌ اَوْ سَبُعٌ اَوْ دَابَّةٌ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ (مسند احمد حدیث نمبر ۱۴۶۶۸)

ترجمہ: جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا، پھر اس سے کسی انسان یا کسی پرندے یا درندے یا چوپائے نے کھایا،تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

مَنْ غَرَسَ غَرْسًا، فَمَا أُكِلَ مِنْهُ ، فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَاسُرِقَ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَاأَكَلَ الطَّيْرُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَأُ مِنْهُ اَحَدٌ اِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً (مستخرج ابوعوانة،باب ذکر اخبار المبیحة)

ترجمہ: جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا، پھر اس سے کھایا گیا (خواہ کھانے والا کوئی بھی ہو) تو وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے۔

اور جو اس سے چوری کیا گیا وہ بھی درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے۔

اور جو اُس سے کسی پرندے نے کھایا تو وہ بھی درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے۔

اور جس نے اس میں سے کچھ کمی کی (مثلاً کسی غرض سے اس میں سے لے لیا) تو وہ بھی درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم فضل ہے کہ درخت سے اگر کوئی انسان پرند، چرند کھائے ، بلکہ کوئی اگر چوری بھی کرے، وہ سب درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔

حضرت خلاد بن سائب رحمہ اللہ اپنے والد حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَرَعَ زَرْعًا فَأَكَلَ مِنْهُ الطَّيْرُ اَوِ الْعَافِيَةُ كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ (مسند احمد ،حدیث نمبر ۱۵۹۶۳)

ترجمہ: جس نے کوئی (کھیتی) کاشت کی، پھر اس سے کسی پرندے نے کھایا یا کسی درندے

وبہائم (رزق کے طلبگار انسان یا جانور) نے کھایا، تو وہ کھیتی اس لگانے والے کے لئے صدقہ بن جاتی ہے (ترجمہ ختم) [1]

اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

مَامِنْ شَيْئٍ يُصِيبُ مِنْ زَرْعِ اَحَدِكُمْ وَلَاثَمَرَةٍ مِنْ طَيْرٍ وَلَاسَبُعٍ اِلَّا وَلَهٗ فِيهِ اَجْرٌ (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۴۰۲۵)

ترجمہ: جو کوئی چیز بھی تم میں سے کسی کی کھیتی یا پھل میں سے پہنچ جائے، کسی پرندے یا درندے کو، تو اس میں (کھیتی والے کے لئے) اجر ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ رَجُلٍ يَغْرِسُ غَرَسًا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ قَدْرَ مَايَخْرُجُ مِنْ ثَمَرِ ذَالِكَ الْغَرْسِ (مسند احمد حديث نمبر ۲۲۴۲۰)

ترجمہ: جس شخص نے بھی درخت لگایا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس درخت سے نکلنے والے پھل کی مقدار کے برابر اجر وثواب لکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب تک اس درخت سے پھل نکلتے رہیں گے، تو درخت لگانے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، اگرچہ وہ فوت ہوگیا ہو یا وہ درخت کسی اور کی ملکیت میں چلا گیا ہو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ رَجُلًا مَرَّ بِهٖ وَهُوَ يَغْرِسُ غَرْسًا بِدَمِشْقَ فَقَالَ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَاتَعْجَلْ عَلَيَّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ غَرَسَ غَرْسًا يَأْكُلُ مِنْهُ آدَمِيٌّ وَلَاخَلْقٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا كَانَ لَهٗ صَدَقَةً (مسند احمد حديث نمبر ۲۶۲۳۴)

ترجمہ: ایک آدمی کا گزر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، اس وقت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں ایک درخت لگا رہے تھے۔

تو اس شخص نے کہا کہ آپ یہ درخت لگا رہے ہیں، حالانکہ آپ صحابئ رسول ہیں (مطلب یہ

---

[1] (وما أكلت العافية) أی كل طالب رزق آدميا أو غيره (منها فهو له صدقة)(فيض القدير للمناوی تحت حديث رقم ۸۳۴۴)

کہ آپ تو ہمارے مخدوم و بزرگ ہیں، کوئی خادم وشاگرد، یہ کام کرلیتا)

تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ میرے اس معاملہ میں جلد بازی نہ کریں، میں نے رسول اللہ علیہ وسلم ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا:

جس نے درخت لگایا اور اس سے کوئی آدمی یا اللہ عزوجل کی کوئی بھی مخلوق کھائے گی تو وہ اس درخت لگانے والے کے لئے صدقہ بنے گا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ درخت لگانے کا عمل اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خود اپنے ہاتھ سے انجام دیا ہے، کیونکہ ان کو اس عمل کی فضیلت اور اہمیت معلوم تھی۔

(۷)......حکومت کی ذمہ داری

خوراک اور پیداوار کی قلت دور کرنے کے لئے ساتواں کام جو حکومت کے ذمہ ہے، وہ یہ ہے کہ کاشتکاروں کو کاشتکاری کے لئے زراعت کے وسائل مہیا کرنے میں مدد کرے، اور جہاں تک ممکن ہو، زرعی وسائل کو سہل سے سہل تر بنانے میں اپنا کردار ادا کرے، اور کاشتکاروں کے لئے پیداواری نظام کو موثر بنائے، اور کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کیلئے مختلف تدابیر بروئے کار لائے۔

مثلاً کھاد، اور کیڑے مار دوائیوں سے ٹیکس کم یا ختم کرے، آب رسانی کا انتظام کرے، اور قابلِ کاشت سرکاری زمینوں کو پیداوار کرنے کیلئے عوام کو مہیا کرے۔

اور یہ مفت خورے بڑے بڑے جاگیردار، آڑھتی، کمیشن خور، سٹے باز جنہوں نے حکومت میں تسلط ورسوخ پاکر اور سرکار ودربار میں رسائی وپذیرائی حاصل کرکے سٹے بازی، بلیک مارکیٹنگ اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ اپنے سب کالے دھندوں کے لئے کھلی چھوٹ حاصل کررکھی ہے، عدلیہ، مقنّنہ، انتظامیہ سب ان کے آگے بے بس نظر آتے ہیں، پوری ریاستی مشینری ان کے گھر کی لونڈی بنی ہوئی ہے، اور ملک وقوم ان کے پنجۂ استبداد میں سسک رہے ہیں، ان کی بے لگامیوں کو آئین وقانون، اخلاق وانسانیت کی لگام پہنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

ہمیں امید ہے کہ سردست ان امور کو بروئے کار لانے سے زرعی پیداوار اور خوراک کی قلت اور بحران سے نکلنا آسان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔ آمین

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

درود شریف کے فضائل وآداب (قسط نمبر۱)

درود وسلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(سورة احزاب آيت ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، نبی ﷺ پر، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو (ترجمہ ختم)

اس آیت سے نبی ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم معلوم ہوا۔

لہٰذا نبی ﷺ پر درود اور سلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔

احادیث میں درود وسلام کے مختلف فضائل آئے ہیں، جن میں سے چند احادیث کا آگے ذکر کیا جاتا ہے۔

درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -بعد التشهد، ابوداؤد، باب فى الاستغفار، نسائى، مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور دس نیکیاں اور دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ

عَلَيُهِ عَشُرَ صَلَوَاتٍ ، وَحَطَّ عَنُهُ عَشُرَ سَيِّئَاتٍ .(مصنف ابنِ ابی شيبة،کتاب الفضائل ،باب مَا أَعُطَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صلی الله عليه وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جومجھ پرایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پردس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں اوراس کی دس خطاؤں کومعاف فرمادیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صلی ا لله عليه وسلم قَالَ :سَجَدُت شُكُرًا فِيمَا أَبُلانِي مِنُ أُمَّتِي : مَنُ صَلَّى عَلَيَّ صَلاةً كُتِبَتُ لَهُ عَشُرُ حَسَنَاتٍ ، وَحُطَّ عَنُهُ عَشُرُ سَيِّئَاتٍ .(مصنف ابنِ ابی شيبة،کتاب الفضائل ،باب مَا أَعُطَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صلی الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس نعمت پرسجدۂ شکرکیا جواللہ تعالیٰ نے میری امت کی طرف سے مجھ کوعطافرمائی ہے کہ جومجھ پرایک دفعہ درود پڑھے گا تواس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اوراس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی (ترجمہ ختم)

اوردس درجات بھی بلند کئے جاتے ہیں

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصُبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ يَوُمًا طَيِّبَ النَّفُسِ يُرَى فِي وَجُهِهِ الُبِشُرُ ، قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ ، أَصُبَحُتَ الُيَوُمَ طَيِّبَ النَّفُسِ ، يُرَى فِي وَجُهِكَ الُبِشُرُ ، قَالَ :أَجَلُ ، أَتَانِي آتٍ مِنُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ :مَنُ صَلَّى عَلَيُكَ مِنُ أُمَّتِكَ صَلاةً كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا عَشُرَ حَسَنَاتٍ ، وَمَحَا عَنُهُ عَشُرَ سَيِّئَاتٍ ، وَرَفَعَ لَهُ عَشُرَ دَرَجَاتٍ ، وَرَدَّ عَلَيُهِ مِثُلَهَا(سنن الکبری بیهقی،مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اس حال میں صبح کی کہ آپ ﷺ خوش تھے اورخوشی کے آثارآپ کے چہرۂ مبارک پرنمایاں تھے،توصحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آج آپ نے صبح خوشی کی حالت میں کی،آپ کے چہرۂ مبارک میں خوشی کے

آ ثار نمایاں ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ عز وجل کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا ہے، اور اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر درود پڑھے گا، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ دس نیکیاں لکھتے ہیں، اور اس کے دس گناہ معاف فرماتے ہیں، اور اس کے دس درجات بلند فرماتے ہیں، اور اس پر اس کے مثل لوٹاتے ہیں (یعنی اس پر اس کے مثل دس مرتبہ رحمت نازل فرماتے ہیں) (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ .(مصنف ابنِ ابی شیبة،کتاب الفضائل ،باب مَا أَعْطَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: جو نبی ﷺ پر درود پڑھے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی، اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے (ترجمہ ختم)

درود وسلام پر فرشتے مغفرت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں

ایک لمبی حدیث میں حضور ﷺ فرشتے کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ لاَ يُصَلِّي عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ أَحَدٌ إلاَّ صَلَّيْت عَلَيْهِ عَشْرًا ، وَلاَ يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إلاَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا ؟ قَالَ :بَلَى.(مصنف ابنِ ابی شیبة،کتاب الفضائل ،باب مَا أَعْطَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم واللفظ له)

ترجمہ: آپ کی امت میں سے جو کوئی بھی آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس کے لئے دس مرتبہ استغفار کروں گا، اور آپ کی امت میں سے جو کوئی بھی آپ پر سلام پڑھے گا تو میں اس کے لئے دس مرتبہ سلامتی کی دعا کروں گا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :مَنْ صَلَّى عَلَيَّ لَمْ تَزَلَ الْمَلاَئِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ يُصَلِّي عَلَى ,فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَلِكَ ، أَوْ يُكْثِر .(مصنف ابنِ ابی شیبة،کتاب الفضائل ،باب مَا أَعْطَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے لئے فرشتے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ مجھ پر درود پڑھتا رہے، پس اب بندہ کی مرضی ہے کہ چاہے تو وہ درود شریف کم پڑھے یا زیادہ پڑھے؟(ترجمہ ختم)

درود شریف کی کثرت کرنے پر حضور ﷺ کا زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً (ترمذی ،باب ما جاء فی فضل الصلاة علی النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الفضائل ،باب مَا أَعْطَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صلی الله علیه وسلم،مسند ابی یعلی موصلی،صحیح ابن حبان)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہوگا(ترجمہ ختم)

(جاری ہے)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۵ ''نماز میں مکروہ امور''﴾

(۱۶)......قصداً جمائی لینا(اگر خود بخود آئے تو کراہت نہیں لیکن حتی الامکان اسے روکنے کی کوشش کرے، بزرگوں کا مجرب عمل ہے کہ جمائی آنے لگے تو دل میں یہ تصور کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی وہ اس سے محفوظ ہیں۔تو اس تصور ومراقبے سے جمائی رُک جاتی ہے)

(۱۷)......انگڑائی لینا۔

(۱۸)......آنکھیں بند کرنا۔

(۱۹)...... پیشاب پاخانہ یا دونوں کا شدید تقاضہ یا خروج ریح کا غیر معمولی تقاضہ ودباؤ ہو تو اس حال میں نماز میں داخل ہونا مکروہ تحریمی ہے، اگر نماز کے دوران یہ تقاضے اس طرح غلبہ کے ساتھ پیش آئیں کہ دل ادھر مشغول ہو جائے تو بھی نماز کو جاری رکھنا مکروہ تحریمی ہے،نماز توڑ کر یہ تقاضے پورے کرے پھر وضو کر کے نماز پڑھے۔

(۲۰)......تھوکنا، ناک سنکنا۔

(۲۱)......نمازی کے سامنے، دائیں بائیں، اوپر(اور ایک قول کے مطابق پیچھے بھی) جاندار کی تصویر کا ہونا

مقالات و مضامین مفتی محمد امجد حسین

تحقیق واجتہاد یا تحریف والحاد (قسط ۴)

ایک موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''اہل تجدد نے جو تحقیق و استدلال کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے از خود کچھ نظریات متعین کر کے انہیں وقت کے تقاضے قرار دیدو، اور پھر اپنی ''نئ تعبیر'' کے ذریعے قرآن وسنت کو ان پر چسپاں کر کے دکھادو، یہی وہ خشتِ اول ہے جس کی کجی نے ان کی فکر ونظر کی پوری عمارت ٹیڑھی کر دی ہے اور یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی وجہ سے ان کے افکار تحقیق ونظر کے تمام اصولوں، تمام ضابطوں اور تمام قاعدوں کو روندتے ہوئے ''تحریف'' کی سرحدوں میں داخل ہو گئے ہیں۔

دنیا کے ہر علم وفن میں تحقیق ونظر کے کچھ اصول اور ضابطے مقرر ہوتے ہیں، جس کی پابندی کے بغیر اس فن کی تحقیق میں صحیح نتائج تک نہیں پہنچا جا سکتا، موجودہ اصولِ قانون (Juris Prudence) میں بھی ''تعبیرِ قانونِ موضوعہ'' (Interprtation of statutes) ایک مستقل علم ہے۔ اس کے با قاعدہ اصول وضوابط ہیں، اور جب تک ان اصولوں کی پورے طور پر رعایت نہ کی گئی ہو کسی شارحِ قانون کی کوئی تشریح قابلِ قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ معقول اور منظّم طور پر فقہ اور ''تعبیر قرآن وسنت کے مفصل اور واضح اصول وضوابط موجود ہیں جو ''علمِ اصولِ فقہ'' میں انتہائی تحقیق وتدقیق، نکتہ رسی اور دیدہ ریزی کے ساتھ مدون کئے گئے ہیں۔

اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں اور ان میں ایک ایک قاعدے کو خوب اچھی طرح نکھار دیا گیا ہے، جب تک قرآن وسنت کی تعبیر ان اصولوں اور ضابطوں کے مطابق نہیں ہوگی اسے کوئی معقولیت پسند انسان قبول نہیں کر سکتا ٹھیک اسی طرح جس طرح کسی موجودہ شارحِ قانون کی وہ تشریح قبول نہیں کی جاسکتی جو ''تعبیرِ قانونِ موضوعہ'' کے اصولوں کے مطابق نہ ہو مگر ہمارے اہلِ تجدد اپنے اس الٹے طرزِ فکر کی بناء پر اپنی تعبیرات اور تشریحات

میں ان میں سے کسی اصول کے پابند نہیں ہوتے اور جا بجا تعبیرِ قرآن وسنت کے ان مستحکم قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ مثلاً اصولِ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قران و سنت کے کسی لفظ سے اس کے مجازی معنی صرف اس وقت مراد لئے جائیں گے جب حقیقی معنیٰ مراد لینا ناممکن ہو یا اس لفظ کے حقیقی معنیٰ عرفاً متروک ہوگئے ہوں اور جہاں یہ دونوں باتیں نہ ہوں وہاں حقیقی معنی ہی مراد ہوں گے یہ ایک سو فیصد معقول اصول ہے جسے عقل وخرد کی کوئی دلیل چیلنج نہیں کرسکتی اور اگر اس قاعدہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو کسی شخص کی کسی بات سے کوئی یقینی مفہوم کبھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لیکن ہمارے تجدد پسند حضرات ہر ہر قدم پر اس اصول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں جہاں قرآن وسنت کا کوئی لفظ اپنے منشاء کے خلاف نظر آیا انہوں نے فوراً اسے اپنی مرضی کے مطابق مجازی معنی پہنا دیئے، بیٹے کے لفظ سے پوتا مراد لے لیا، ''لاٹھی'' سے مراد ''دلیل'' لے لی۔

موت سے مراد ''غشی یا ذلت'' لے لی، ابلیس سے مراد ''قوتِ واہمہ'' لے لی۔ یہاں تک کہ اللہ اور رسول سے مراد ''مرکزِ ملت'' لے لیا'' (غلام احمد پرویز منکر حدیث کی معارف القرآن ایسے شگوفوں سے بھری ہوئی ہے، سرسید کی تفسیرات احمدیہ بھی تحریف کے ایسے ہی شہ پاروں سے عبارت ہے) (اسلام اور جدت پسندی ص۵۴ و ۵۵)

آگے فرماتے ہیں:

''پھر تھوڑی دیر کے لئے ''اصولِ فقہ'' کے ان مستحکم اور معقول قواعد سے بھی قطع نظر کر لیجئے جو فقہاء نے مدون فرمائے ہیں لیکن آپ نے تعبیرِ قانون (قرآن) وسنت کے دوران کوئی اصول تو مدِ نظر رکھا ہوتا، اگر ''اصولِ فقہ'' کے قواعد وضوابط آپ کو تسلیم نہ تھے تو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہوتا کہ تعبیرِ قرآن وسنت کے یہ قواعد فلاں وجوہ سے غلط ہیں پھر دلائل ہی کے ساتھ ان کے متبادل دوسرے قواعد مقرر کئے ہوتے اس کے بعد آپ اپنی تحقیقات میں انہی قواعد کا لحاظ رکھ لیتے، مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ آپ کی تعبیرات کے پیچھے کوئی اصول، کوئی ضابطہ اور کوئی قاعدہ ہی نہیں ہے، ایک مقام پر آپ ایک قاعدہ کو توڑتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں مگر جب کسی دوسرے مقام پر وہی قاعدہ آپ کو اپنا مؤید معلوم ہوتا ہے تو آپ اسے بے چوں

وچرا تسلیم فرمالیتے ہیں، جب کوئی حدیث آپ کو اپنے متعین کردہ نظریئے کے خلاف نظر پڑتی ہے تو آپ اسے رد فرمادیتے ہیں خواہ وہ اسناد کے لحاظ سے کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو لیکن جہاں کسی حدیث سے اپنے نظریئے کی تائید ہوتی ہے وہاں آپ اس کی وجہ سے قرآن کریم کی واضح آیات کو بھی چھوڑ دیتے ہیں خواہ وہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف اور غیر معتمد ہی کیوں نہ ہو، اگر علماء متقدمین کے اقوال آپ کے خلاف ہوتے ہیں تو آپ پوری امت کے اجماع کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں اور جس جگہ کسی عالم یا فقیہ کا کوئی قول مفیدِ مطلب نظر آجاتا ہے اسے بے چوں وچرا تسلیم فرمالیتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو؟ (ایضاً)

تحریف والحاد کی حقیقت اور اس کے مرتکبین کا حکم

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا. اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَةِ. اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ (سورۃ حٰم سجدۃ آیت ۴۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں (ٹیڑھے چلتے ہیں) وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں (ہم ان کو عذاب دیں گے) سو بھلا جو شخص جہنم میں ڈالا جائے تو وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ (جنت میں) آئے (آگے ملحدین یعنی دین میں ٹیڑھ تلاش کرنے اور اختیار کرنے والوں کو ڈراوا ہے) جو جی چاہے کرلو وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارا سب کچھ کیا دھرا دیکھ رہا ہے (معارف ۷/۶۵۶)

اس آیت میں ملحدین پر سخت تنبیہ آئی ہے، ملحد الحاد اختیار کرنے والے کو کہتے ہیں، حضرات مفسرین نے الحاد کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے:

اَلۡاِلۡحَادُ، وَضۡعُ الۡاَحۡکَامِ عَلٰی غَیۡرِ مَوَاضِعِهٖ

یعنی کلام الٰہی کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر دوسرے کسی مقصد پر منطبق وچسپاں کرنا اور اس کے مفہوم و مراد کو بدل دینا۔ اس کو تحریف بھی کہا جاتا ہے (اگر الفاظ و معنی دونوں بدل دیئے تو تحریفِ لفظی اور صرف الفاظ کا معنی و مفہوم بدل دیا تو تحریفِ معنوی) قرآن مجید میں اہل کتاب (یہود) کے جو جرائم اور عیوب

ذکر فرمائے گئے ہیں ان میں ان کا ایک بہت بڑا جرم تحریف ذکر فرمایا گیا ہے۔

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ (سورة بقرة آیت ۷۹)

(کہ ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب اللہ کی آیتیں بنا بنا کر لکھتے ہیں پھر لوگوں کے سامنے اس عنوان سے پیش کرتے ہیں کہ یہ وحی کے کلمات وتعلیمات ہیں، تورات کے الفاظ ہیں اللہ کی طرف سے ہیں)

يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ (النساء آیت ۴۶ و مائدہ آیت ۱۳، آیت نمبر ۴۱)

(اللہ کے کلمات کو اس کے موقعہ محل سے پھیر دیتے ہیں)

يُحَرِّفُوۡنَ مِنۡ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ (سورة بقرہ آیت ۷۵)

یہ کئی آیتوں میں یہود کی توراۃ کی آیات وکلمات میں تحریف یعنی ردوبدل، الٹ پھیر کا ذکر آیا ہے۔

یہود توراۃ میں تحریف لفظی ومعنوی دونوں کرتے تھے ان مذکورہ آیات میں کہیں ایک قسم کی تحریف کا ذکر ہے کہیں دوسری قسم کی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ توراۃ کے اصل الفاظ شریعتِ موسوی کے اصل احکام مسخ ہوتے ہوتے اپنی اصلیت کھو بیٹھے، اس طرح موسیٰ علیہ السلام پر بھیجی جانے والی روشن شریعت اور آسمان سے آئی ہوئی ہدایت تو پسِ منظر میں چلی گئی اور اس کی صحیح تعلیمات دنیا سے ناپید ہوتی چلی گئیں لیکن یہودیت، موسوی شریعت، عہد نامہ قدیم کے نام پر یہودیوں کی تحریفات وتلبیسات، دسیسہ کاریوں اور فنکاریوں پر مشتمل حق وباطل کا ایک ملغوبہ یہودیوں کے پاس باقی رہ گیا جس سے وہ آج تک چمٹے ہوئے ہیں، دینِ اسلام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جانے والا آخری برحق دین ہے جو قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے،

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (سورة حجر آیت ۹)

اس لئے تحریفِ لفظی تو قرآن مجید میں ہو نہیں سکتی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانے میں لاکھوں کروڑوں حفاظ اور حاملین قرآن سے قرآن مجید کی ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف وکلمہ، حتیٰ کہ اس کے پڑھنے اور ادا کرنے کے لب ولہجہ، اسلوب، تلفظ اور اختلاف قرأت تک کی حفاظت کا کام لیتے رہتے ہیں (جاری ہے)

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ شوال: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ شوال ۳۵۱ھ:** میں حضرت ابوحفص محمد بن حسن بن محمد بن زیاد بن ہارون بن جعفر بن ابو بکر المقری نقاش رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۰۵)

□......**ماہِ شوال ۳۵۱ھ:** میں حضرت قاضی ابوالحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق اموی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ قانع کے نام سے مشہور تھے۔

(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۸۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۲۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۸۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۱)

□......**ماہِ شوال ۳۵۲ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن احمد بزار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن الخبز ارزی کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳)

□......**ماہِ شوال ۳۵۴ھ:** میں مشہور شخصیت حضرت ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد بن سہید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ حبان کے نام سے مشہور تھے، اور علمِ جرح وتعدیل میں امام سمجھے جاتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۰۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۲۲)

□......**ماہِ شوال ۳۵۸ھ:** میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مطرز کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۱۸)

□......**ماہِ شوال ۳۵۹ھ:** میں حضرت ابوالحسین ہلال بن محسن بن ابراہیم بن ہلال رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۴ ص ۷۶)

□......**ماہِ شوال ۳۶۰ھ:** میں حضرت ابواحمد محمد بن عبداللہ بن یوسف بن سوار بن مسمع بن ثابت بزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۴۵۹)

□......**ماہِ شوال ۳۶۱ھ:** میں حضرت ابوالحسین محمد بن حسین بن ابی سلیمان محمد بن حسین بن علی بن ابراہیم حرانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۵۴)

□......**ماہِ شوال ۳۶۲ھ:** میں حضرت ابوسعد حسین بن عثمان بن احمد بن سہل بن احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف عجلی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۸ ص ۸۴)

□……**ماہِ شوال ۳۶۳ھ**: میں شیخ الحنابلہ حضرت ابوبکر عبدالعزی بن جعفر بن احمد بن یزداد بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوبکر الخلال رحمہ اللہ کے شاگرد اور غلام الخلال کے لقب سے مشہور تھے۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۴۴)

□……**ماہِ شوال ۳۶۵ھ**: میں حضرت ابومحمد علی بن عبداللہ بن عباس بن عبداللہ بن عباس بن مغیرۃ جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۶)

□……**ماہِ شوال ۳۶۶ھ**: میں حضرت ابومحمد یحییٰ بن شبل بن عباس بن سلیمان بن عبداللہ بن یحییٰ بن شبل بن ابراہیم بن عبداللہ بن حنین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۴ ص ۲۳۶)

□……**ماہِ شوال ۳۶۷ھ**: میں عراق کے امیر ابومنصور بختیار بن ملک معزالدولہ احمد بن بویہ بن فناخسرو دیلمی کی وفات ہوئی، ان کا لقب عزالدولہ تھا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۳۲)

□……**ماہِ شوال ۳۶۸ھ**: میں حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح خطیب البروجردی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۳۸)

□……**ماہِ شوال ۳۷۰ھ**: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن حماد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن المتیم کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۳۴۴)

□……**ماہِ شوال ۳۷۲ھ**: میں ابوشجاع فناخسرو بن رکن الدولہ بن بویہ دیلمی کی وفات ہوئی، یہ عراق اور فارس کے امیر تھے، اور ان کا لقب عضدالدولہ تھا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۵۱)

□……**ماہِ شوال ۳۷۴ھ**: میں حضرت ابوالفتح محمد بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن بریدہ ازدی موصلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوالفتح ازدی کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۴۸)

□……**ماہِ شوال ۳۷۵ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن عبید بن احمد بن مخلد عسکری بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عسکری کی نسبت سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۱۸)

□……**ماہِ شوال ۳۷۵ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز دارکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶۳، سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۰۶)

□……**ماہِ شوال ۳۷۷ھ**: میں حضرت ابومحمد عبیداللہ بن محمد بن عابد بن حسین بن مہدی خلال رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۶۳)

□……**ماہِ شوال ۳۷۸ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن حسین بن نصر بن یعقوب بن ہارون عطار رحمہ

اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۴ص ۱۱)

□......**ماہِ شوال ۳۸۰ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبدالواحد بن محمد بن حسن بن شاذان بن مہران رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوبکر بن شاذان رحمہ اللہ کے چچا تھے (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۰)

□......**ماہِ شوال ۳۸۱ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن عاصم بن زاذان اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن المقری کے نام سے مشہور تھے (سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۰۲،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۹۷۵)

□......**ماہِ شوال ۳۸۲ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن احمد بن حسین بن محمد قطان رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابن المحاملی کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۹۱)

□......**ماہِ شوال ۳۸۳ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبدالصمد بن احمد بن خنبش بن قاسم بن عبدالملک بن سلیمان بن عبدالملک بن حفص خولانی حمصی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۴۲)

□......**ماہِ شوال ۳۸۴ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عباس بن احمد بن محمد بن فرات بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۹۶،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۱،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۱۵)

□......**ماہِ شوال ۳۸۶ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن محمد بن حسن بن شاذان بن ابراہیم بن اسحاق بن علی بن اسحاق حمیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰)

□......**ماہِ شوال ۳۸۸ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن زکریا شیبانی خراسانی جوزقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۹۴،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۰،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۱۴)

□......**ماہِ شوال ۳۹۴ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک بن ضیفون لخمی قرطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۶)

□......**ماہِ شوال ۳۹۶ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف بن یعقوب مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن العلاف کے نام سے مشہور تھے(تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۹۵)

□......**ماہِ شوال ۳۹۸ھ**: میں حضرت قاضی ابوعبداللہ حسین بن ہارون بن محمد ضبی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۹۷)

□......**ماہِ شوال ۳۹۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن ابوسعید عبدالرحمٰن بن احمد بن یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ یونس کے نام سے مشہور تھے(سیراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۱۱۰)

اصلاحی خطاب

مفتی محمد رضوان

نکاح کی فضیلت واہمیت (دوسری وآخری قسط)

وہ خطاب جو حضرت مدیر صاحب نے ادارہ غفران کی مسجد میں مورخہ ۲۹ شعبان ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۱/اگست ۲۰۰۹ء بروز جمعہ نمازِ عصر کے بعد اپنی صاحبزادی کا مولانا محمد ناصر صاحب زید مجدہٗ کے ساتھ نکاح کے موقع پر فرمایا، اس بیان کو مولوی ابرار حسین ستی صاحب نے محفوظ ونقل کیا (ادارہ)

نکاح میں خرابیوں اور گناہوں کی شمولیت

بعض چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان کو شریعت نے عام حالات میں بھی گناہ قرار دیا ہے، جیسے موسیقی، یا بے پردگی اور بدنظری عام حالات میں بھی گناہ ہے، لیکن ان چیزوں کو نکاح جیسی عبادت کے موقع پر انجام دینا اور زیادہ برا ہے، جیسے کوئی عین نماز میں مشغولی کے وقت موسیقی بجانا شروع کردے، یا بے پردگی یا بدنظری میں مبتلا ہو، یا اسی طرح کوئی گناہ نماز میں شامل کرلیا جائے، تو گناہ کی بُرائی مزید بڑھ جاتی ہے۔

اور اگر دیکھا جائے تو نکاح ایک اجتماعی عبادت ہے، کوئی آدمی تنہا بیٹھ کر یہ عبادت انجام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ نکاح میں ان دوفریقوں یا ان کے وکیلوں کا ہونا ضروری ہے، جن کا نکاح ہورہا ہے، پھر دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اس طرح یہ اجتماعی عبادت ہے۔

جس طرح کہ جمعہ اجتماعی عبادت ہے، اور اس میں بھی ایک سے زیادہ افراد کا ہونا ضروری ہے۔

اور اسی وجہ سے جمعہ کی طرح نکاح کے لئے شریعت نے خطبہ مقرر کیا ہے، جسے نکاح کا خطبہ کہتے ہیں، اور خطبہ شریعت نے ایسے مواقع کے لئے مقرر کیا ہے جو اجتماعی عبادت اور زیادہ اہم مواقع ہیں، دیکھئے عام نمازوں کے لئے خطبہ مقرر نہیں ہے، لیکن جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ ہے، اسی طریقہ سے عیدین کی نمازوں کے لئے خطبہ مقرر ہے، اس کی وجہ یہی ہے، کہ یہ ایک اجتماعی اور اہم عبادت ہے، عام عبادت نہیں ہے۔

نکاح کے خطبہ کے آداب

اور خطبہ کے کچھ آداب ہوتے ہیں، خواہ وہ جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین کا خطبہ ہو، یا پھر نکاح کا، اور جس طرح عام نمازوں میں مقتدی حضرات کا امام کی قراءت کی طرف متوجہ ہونا اور خاموش رہنا ضروری ہے، اسی

طرح خطبہ کے وقت چاہے وہ عیدین کا ہو یا جمعہ کا سامعین وحاضرین کو اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو سننا ضروری ہے، اور خطبہ کے دوران کوئی لہو ولعب اور فضول حرکت کرنا گناہ ہے، یہی حکم نکاح کے خطبہ کا ہے، کہ اس کو سننا اور اس کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

چہ جائیکہ اس موقع پر کوئی گناہ کیا جائے، جیسے تصویر سازی یا موسیقی وغیرہ، کیونکہ یہ تو بہت سخت قسم کا گناہ ہوگا۔

مگر آج کل عام طور پر لوگ جمعہ یا عیدین کے موقع پر تو توجہ سے خطبہ سنتے ہیں، کہ عیدین اور جمعہ کے خطبہ کے موقع پر کوئی بات چیت کرنا اور فضول گھومنا پھرنا جائز نہیں سمجھتے، لیکن نکاح کے خطبہ کے موقع پر یہ اہتمام نہیں ہوتا۔

بلکہ نکاح کے موقع پر وہ ساری چیزیں برداشت کر لی جاتی ہیں، جن کا جمعہ یا عیدین کے خطبہ کے موقع پر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

بہرحال نکاح جو کہ ایک اہم عبادت تھی، اس کو آج ایک رسمی چیز سمجھ لیا گیا اور اس میں بہت سی گناہ کی چیزیں شامل کر لی گئی ہیں۔

جب کہ کچھ چیزیں نکاح کے موقع پر ایسی رائج ہوگئی ہیں، جو کہ فی نفسہ تو گناہ نہیں تھیں، البتہ رسم ہونے کی وجہ سے گناہ میں داخل ہوگئی ہیں۔

مثلاً ایک چیز اپنی ذات میں جائز ومباح درجہ کی تھی، مگر اس کو ضروری اور فرض سمجھ لیا گیا، یہاں تک کہ اگر کوئی اس رسم کو انجام نہ دے تو اس کو معیوب سمجھا جانے لگا، اور اس پر لعن طعن کیا جانے لگا، تو یہ چیز اگرچہ فی نفسہ جائز ہو لیکن ان خارجی خرابیوں کی وجہ سے ناجائز ہو جائے گی۔

آج کل اس قسم کی بے شمار رسمیں نکاح کے حوالے سے رائج ہوگئی ہیں، جن سے بچنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

لیکن آج کل عجیب صورتِ حال ہے، کہ اولاً تو کوئی مسلمان ان رسموں کو چھوڑنے اور ان سے بچنے کے لئے تیار نہیں، اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ معاشرہ میں ان رسموں کو چھوڑنے کی ہمت بھی کرتا ہے، تو اسے ہر طرف سے لعنت وملامت کر کے شرمندہ کرنے اور ان رسموں کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

میرا جس وقت نکاح ہوا تھا اس وقت بھی مختلف لوگوں کی طرف سے لعنت وملامت کرنے کی ایسی بہت سی

باتیں سامنے آئی تھیں، اور بہت سے حضرات کو ناگوار بھی گزرا تھا، لیکن وقت کے ساتھ یہ بات واضح ہوگئی کہ حق اور باطل دو الگ الگ چیزیں ہیں، اور حق کو اللہ تعالیٰ بہر حال غالب فرما دیتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی برکات بھی عطا فرمائیں۔

اب جناب حافظ ناصر صاحب کے نکاح کے موقع پر بھی ان کے والد ماجد جناب حاجی اقبال صاحب سے اس پر گفتگو ہوئی کہ نکاح کے موقع پر جو چیزیں فی نفسہٖ گناہ ہیں، ان سے تو پرہیز ہی کرنا چاہئے، مگر جو چیزیں فی نفسہٖ گناہ نہیں ہیں، البتہ رسم میں داخل ہیں ان سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے تعاون فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ان کو ان رسموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائی، اس سلسلے میں ایک اہم خرابی جو آج کل بہت عام ہے، وہ یہ ہے کہ آج کل اس کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، کہ لڑکے والوں کی طرف سے جو بارات آتی ہے، اس کا نان نفقہ، کھلانا پلانا لڑکی والوں کے ذمہ لازمی سمجھا جاتا ہے، اور خواہی نخواہی لڑکی والوں پر بارات کا بوجھ ڈالا جاتا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔

لڑکی والوں پر جہیز وغیرہ لازم نہیں

ہمارے بزرگانِ دین نے اس بات کا اہتمام فرمایا ہے، کہ اس بات کو واضح کیا جائے کہ شرعاً لڑکی والوں پر کسی بھی قسم کا کوئی خرچہ لازم نہیں۔ یہاں تک کہ کپڑوں کا ایک جوڑا بھی لازم نہیں بلکہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ شادی کے بعد لڑکی کے لباس اس کے کھانے پینے کا نان ونفقہ بھی شوہر کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے، اور لڑکی کے والد کے ذمہ لازم نہیں رہتا، مگر ہمارے ہاں لڑکی کے والدین کے ذمہ بارات کے قیام وطعام کے علاوہ جہیز کی شکل میں بہت کچھ لازم سمجھا جانے لگا ہے۔

اس لئے ہماری طرف سے بھی اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ اس چیز سے پرہیز کیا جائے، مگر یہ بات ہمارے بعض احباب کو ناگوار گزری، اور ہمارے بہت ہی قریبی اقارب نے اس کو بہت محسوس کیا اور یہ کہا کہ یہ آنے والے حضرات ہمارے مہمان ہوں گے، بارات ہوگی، اس لئے ان کی ضیافت کا اہتمام کرنا اور ان کا اکرام کرنا یہ ہماری ذمہ داریوں میں داخل ہے، جب اس قسم کا اعتراض سامنے آیا تو ہمارا اپنے احباب سے اس بات پر مشورہ ہوتا رہا، تو ان کے سامنے بھی یہ عرض کیا گیا کہ اللہ کے فضل سے اگر ہم اس بات کا اہتمام کرنا چاہیں کہ آنے والے احباب کو اچھا کھلانے پلانے اور ضیافت کا اہتمام کریں، تو اس میں کوئی مشکل یا رکاوٹ نہیں، اور ہمارے بہت سے احباب بڑی رازداری، اعزاز اور اپنی خوشدلی

کے ساتھ یہ کام کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر ہم نے اس رسم کو ختم کرنے کے لئے اس کا اہتمام نہیں کیا۔
آج کل یہ خواہ مخواہ کا تصور ہے، کہ اگر ایسا نہ کیا تو ہماری ناک کٹ جائے گی، حالانکہ میں نے بہت سے حضرات سے یہ معلوم کیا کہ آپ کی ناک پہلے کتنی بڑی تھی اور کٹ جانے کے بعد اب کتنی باقی رہ گئی ہے، تو وہ اس پر کوئی جواب نہیں دے سکے، اور اگرچہ میرے اس طرزِ عمل سے میری طرف انگلی اٹھے گی، مگر شریعت پر تو حرف نہیں آئے گا، ہمیں اپنی بدنامی گوارا ہے۔
اگرچہ بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ اس میں کون سی حرج والی بات ہے، اور کون سی عیب والی بات ہے؟ اسی طرح ہمارے احباب کی طرف سے بھی یہ کہا گیا کہ اس میں کوئی ایسی رسم والی بات نہیں، مگر ہم نے شریعت کو مدِ نظر رکھا۔
اور پہلے ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اسلام آباد میں ایک بزرگ ہیں۔ حضرت نواب عشرت علی خان صاحب مدظلہم، ان کے ہاں چلے جائیں گے، اور وہاں جا کر نکاح پڑھوالیں گے۔
مگر پھر خیال ہوا کہ حضرت چونکہ کافی ضعیف ہیں، اور بیمار بھی ہیں اور کبھی مسجد بھی تشریف نہیں لاتے، اس لئے آپ کو خواہ مخواہ تکلیف ہوگی۔
جب نکاح مسجد میں ہی کرنا ہے تو ادارے کی مسجد میں کرلیا جائے، اس لئے یہاں اہتمام کیا گیا، اس پر بھی ہمارے بعض بہت قریبی حضرات نے کہا کہ یہ تو بارات ہے کہ اتنے سارے حضرات آرہے ہیں اور ہمارے مہمان ہیں، جب یہ بات جناب حاجی اقبال صاحب (ناصر صاحب کے والد ماجد) کو معلوم ہوئی، تو انہوں نے بہت اچھی بات کہی کہ ہم اُن کے مہمان نہیں ہیں بلکہ ہم اللہ کے مہمان ہیں کہ ہم اللہ کے گھر آرہے ہیں اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہماری طرف سے یہ بھی کوئی پابندی نہیں کہ اتنے افراد ضرور آئیں گے، بلکہ اگر آپ چاہیں تو ہم صرف چند افراد آجائیں گے، مگر میں نے کہا کہ چونکہ نکاح مجمع میں کرنا سنت ہے، آپ چاہے جتنے افراد بلالیں، ہماری طرف سے کوئی اہتمام تو ہے نہیں کہ ہمیں کوئی پریشانی ہو۔ آپ چاہے ہزار افراد لے آئیں، کیونکہ ہمارے نزدیک یہ بارات نہیں، بلکہ نکاح کی مجلس ہے اس کو چاہے دوسرے لوگ بارات کا تصور کرتے رہیں، لیکن بہرحال واقعہ یہ ہے کہ یہ رسمی بارات نہیں ہے، بلکہ مسنون نکاح کی تقریب میں شرکت کے لئے احباب تشریف لائے ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی مشورہ میں آئی کہ جو عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے، کہ نکاح کے موقع پر جو چھوارے اور بد وغیرہ ہوتی ہے، یہ تو لڑکے

والوں کی طرف سے ہونی چاہئے ،اوراس کے علاوہ جواضافی چیزیں ہیں، یہ لڑکے والوں کی طرف سے نہیں ہونی چاہئیں بلکہ وہ لڑکی والوں کی طرف سے ہونی چاہئیں،مگرہم نے کہا کہ یہ غلط قسم کا تصور ہے۔

ابھی ایک صاحب فرمارہے تھے کہ رائے ونڈ کے بزرگوں نے یہ فتویٰ دے دیا ہے، کہ لڑکی والوں کا کھانا حرام ہے۔ بہرحال وہ فتویٰ دینے کا اسٹیج تو نہیں ہے،اور نہ وہ فتویٰ دیتے ہیں، بلکہ انہوں نے مجمع میں ایک شریعت کی بات کہی ہوگی۔

ہمارے ادارہ کے استاذ جناب مولانا طارق صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ صوابی کے رہنے والے ہیں،انہوں نے بتلایا کہ ہمارے یہاں یہ رواج ہے، کہ جب نکاح ہوتا ہے،تو جو بارات جاتی ہے، وہ خود مٹھائی لے کر جاتی ہےاورلڑکی کے محلے دار اپنے ساتھ چائے لے کر آتے ہیں،اور بس یہی ضیافت ہوتی ہے،اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا،اور جو مٹھائی بچتی ہے،اسے لڑکے والے اپنے ساتھ واپس لے کر چلے جاتے ہیں، یہ تو ایک علاقے کا ماحول ہوا اورایک دوسرے علاقے کا ماحول یہ معلوم ہوا ہے کہ لڑکے والوں سے باقاعدہ پہلے سے رقم لے لی جاتی ہے،جہیز کی تیاری کرنے ، یا بارات کی دعوت کرنے کے لئے ،اور پھرلڑکی والے اس چیز کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کرتے ہیں،حالانکہ پتہ بھی ہے،کہ یہ سارااہتمام لڑکے والوں کی طرف سے ہے،مگراس کے باوجودلڑکی والوں کے یہاں رقم بھیجنااور پھروہاں جاکر ساری چیزیں خریدنا ،اور پھر وہ چیزیں دوبارہ لڑکے والوں کے ہاں بھیج دینا یہ اس علاقہ کی ایک رسم ہے،حالانکہ یہ فضول بات ہے۔

اس موقعہ پرحاجی اقبال صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہم بچی کے لئے اپنی طرف سے بطورمہر کچھ زیور بنانا چاہتے ہیں،اور کچھ سوٹ تیار کرنا چاہتے ہیں،مگر میں نے یہ کہہ دیا کہ اس موقعہ پر ہمارا بچی کو دلہن بنانے کا پروگرام نہیں ہے، کیونکہ دلہن تو دولہا کے لئے بنائی جاتی ہے،اورابھی رخصتی کا وہ سلسلہ ہے نہیں،اس لئے اگر آپ مہربانی کر کے بعد میں پیش فرمادیں ،تو اچھا ہوگا۔کیونکہ ہمارے پاس یہ چیزیں ویسے ہی رکھی رہیں گی،تو انہوں نے اس کو قبول کرلیا۔

اسی طرح کھانے کے لئے انہوں نے چھوارے کے پیکٹ کے ساتھ کچھ مزید اہتمام بھی کیا ہے،اور یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ اس موقعہ پر جس چیز کا اہتمام بھی سادگی کے ساتھ رسموں سے بچتے ہوئے لڑکے کی طرف سے کیا جائے ، وہ سب ایک ہی شمار ہوتا ہے۔اورعرب کے اندر چونکہ عام طور پرسب سے آسانی

سے میسر ہونے والی چیز کھجوریں ہوتی تھیں، اس لئے ان کا اہتمام کیا جاتا تھا۔اس لئے جو بھی چیز مہیا ہو جائے، وہ درست ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے، کہ جو شخص اللہ کو راضی رکھنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس سے مخلوق اگر وقتی طور پر ناراض ہو بھی جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں، اور اگر کوئی اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرنے کی کوشش کرے گا، تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا، کیونکہ طبیعتیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں، اگر ایک کو راضی کرنے کی کوشش کرے گا تو دوسرا ناراض ہو جائے گا اور اگر دوسرے کو راضی کر لیا تو کوئی اور ناراض ہو جائے گا۔

میں چونکہ بچی کا والد ہوں، اور بچی سے پہلے سے ہی اجازت لے لی گئی ہے، اس لئے اب نکاح پڑھایا جاتا ہے (اس کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے حافظ ناصر صاحب سے اپنی بچی کا خود نکاح پڑھایا اور بعد میں دعا سے فارغ ہو کر دولہا والوں کی طرف سے ضیافت کی گئی) اللہ تعالیٰ سب کو اپنے نکاح کی تقاریب کو سادگی کے ساتھ اور شریعت کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

علماء، مشائخ، ماہرینِ علوم دینیہ اور اربابِ فقہ و فتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر 17 ''غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

ڈاڑھی کا شرعی حکم

ڈاڑھی کے مسئلہ پر مفصّل و مدلّل بحث

ڈاڑھی کی شرعی و فطری حیثیت، اور اسلام میں ڈاڑھی کا مقام و مرتبہ، ڈاڑھی کی شرعی مقدار کا ثبوت، اور اس مقدار کے اعتدال، اور فقہ اور طب وحکمت کے اصولوں پر مبنی ہونے کی بحث، ڈاڑھی مونڈنے یا شرعی مقدار سے کم کرنے میں پائے جانے والے گناہ، اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف شبہات و اعتراضات کا جائزہ، اور ڈاڑھی و مونچھوں کے بارے میں اہم مسائل کی تحقیق

مؤلف: مفتی محمد رضوان

سلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۳)

مفتی محمد امجد حسین

نماز میں مکروہ امور

مکروہ کی ایک قسم مکروہ تحریمی اور دوسری مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی واجب کے مقابلے میں ہوتی ہے (کہ اس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت شدہ ہوتی ہے) اس طرح ترکِ واجب مکروہ تحریمی شمار ہوتا ہے (جو کہ حرام کے قریب ہے) مکروہ تنزیہی سنت اور مستحب کے مقابلے میں ہوتی ہے اس طرح ممانعت میں اس کا درجہ مکروہ تحریمی سے کم ہے، اور حرمت کی بجائے حلت و جواز کے قریب ہے لیکن یہ ناپسندیدہ عمل ہوتا ہے اس وجہ سے اسے خلافِ اولیٰ بھی کہہ دیتے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ مکروہ تنزیہی کی مختلف صورتوں میں کراہت کے اعتبار سے پھر مختلف درجے اور مراتب ہیں کسی میں کراہت زیادہ کسی میں نسبتاً کم ہوتی ہے کیونکہ خود سنت و مستحب کے بھی درجے ہیں (اور یہ اس کے مقابل ہے) مثلاً سنتِ مؤکدہ کو چھوڑنے میں جو کراہتِ تنزیہی ہے وہ سنت غیر موکدہ کے مقابلے میں کراہتِ تنزیہی سے زیادہ شدید، ممنوع ومؤکدفی الکراہت ہوگی اور حرمت کے زیادہ قریب ہوگی (گو اصطلاحی مکروہِ تحریمی نہ بھی شمار ہو) اس لئے اصولی واجمالی طور پر تو نماز کے مکروہاتِ تحریمی وتنزیہی کا علم نماز کے واجبات وسنن اور مستحبات سے خود بخود ہو جاتا ہے کہ جو چیزیں نماز مین واجب ہیں ان کو چھوڑنا اور ان میں کوتاہی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور جو نماز کے سنن و مستحبات ہیں ان کا ترک درجہ بدرجہ مع فرقِ مراتب مکروہ تنزیہی میں شامل ہے اس طرح گویا واجبات وسنن اور مستحبات کرنے کے اعتبار سے نماز کی تصویر کا ایک رخ ہیں تو مکروہاتِ تحریمی وتنزیہی نہ کرنے کے اعتبار سے نماز کی روحانی تصویر کا دوسرا رخ ہیں۔

نیز خشوع وخضوع نماز کی جان ہے (کہ ظاہری اعضاء میں بھی سکون اور ٹھہراؤ ہو اور دل و دماغ میں بھی یکسوئی اور اللہ تعالیٰ کا استحضار ہو یا کم از کم نماز کے کلمات کی طرف پوری توجہ ہو) تو جو چیزیں نماز میں خشوع وخضوع میں مُخل بنیں گی اور خشوع وخضوع کے منافی ہوں گی وہ سب بھی مکروہ وممنوع ٹھہریں گی۔

ذیل میں بعض قابل ذکر وکثیر الوقوع مکروہات بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱)......سدل یعنی کپڑے کو سر یا کاندھے پر سے (یعنی اوپر سے نیچے کو بغیر پہنے) اس طرح ڈالنا کہ وہ

لٹکتا رہے اوراصولی طور پر کپڑا ولباس پہننے کا اہلِ تہذیب کی عادت ودستور میں جوطریقہ رائج ہواس کے خلاف پہننا بھی اسی میں داخل ہے مثلاً کرتہ،قمیص وغیرہ اس طرح پہنے کہ اس کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے، آستین ویسے ہی لٹک رہی ہیں یا کرتہ، واسکٹ، کوٹ،شیروانی، چادروغیرہ ویسے ہی کاندھوں پر ڈال لئے،دستور کے مطابق باقاعدہ پہنایااوڑھانہیں تو یہ سب صورتیں سدل کے زمرے میں ہی آتی ہیں اورمکروہ تحریمی ہیں۔

(۲)......کپڑے میں سر سے پاؤں تک اس طرح لپٹ جانا کہ آدمی ایک طرح سے بندھ جائے،ہاتھ بھی باہر(بآسانی) نہ نکلیں (کسی لباس یاپہناوے میں اسطرح لپٹ کر جکڑ جانے کی ہیئت نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے)

(۳)......آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر یا اٹھا کر (جیسے بعض محنت کے کام کرتے وقت بھی بعض لوگ دامن دائیں بائیں پائجامے وغیرہ میں اڑس لیتے ہیں یا اٹھا کرآپس میں باندھ دیتے ہیں) نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے(اگر وضو کرنے کے لئے آستین چڑھائے تھے پھر جماعت میں شمولیت کی جلدی میں اتارے بغیر نماز میں شامل ہوگیا تب بھی یہی حکم ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرے،کبھی اتفاقاً آستین نیچے کئے بغیر نماز میں داخل ہوگیا، یا شامل ہوگیا تو بھی اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ نماز کے اندر عملِ قلیل کے ساتھ آہستہ آہستہ آستین نیچے اتارلے)اسی طرح ایسی قمیص وغیرہ میں بھی نماز پڑھنا جونیم آستینوں والی ہے، کہنیوں سے اوپر تک اس کی آستین ہومکروہ تحریمی ہے۔

(۴)......محض سستی ولاپرواہی یا عدم اہتمام کی وجہ سے ٹوپی وغیرہ نہ پہننا، برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس طرح رومال، پگڑی وغیرہ اس طرح سر پر باندھنا یا ایسی ٹوپی پہننا کہ درمیان سے سر کھلا اور برہنہ رہے یہ بھی مکروہ ہے یہی حکم ان ٹوپیوں کا بھی ہے جوکسی غیر مسلم قوم (جیسے عیسائی، کرسچن) کے ساتھ مخصوص ہوں یا فساق وفجار اور متکبرین کا شعار ہوں جیسے ہیٹ یا چھجے والی ٹوپی خصوصاً جبکہ اس کا چھجا بھی سامنے کو ہو (کہ اس صورت میں سجدہ بھی صحیح ادا نہ ہوگا، البتہ حج میں نقاب کی ضرورت سے خواتین بسااوقات پی کیپ پہن کر اس کے اوپر سے حجاب کرلیتی ہیں، تاکہ چہرہ کو کپڑا مَس نہ ہو، تو یہ ضرورت میں داخل ہے، اس طرح رکھیں کہ سجدہ میں خلل نہ آئے)

(۵)...... میلے کچیلے کپڑوں میں یا ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جو پہن کر عام مجالس میں یا بڑے لوگوں

کے سامنے آدمی نہ جاتا ہو مکروہ ہے (مجبوری کی حالت مستثنٰی ہے)

(۶)......نماز میں ناک اور منہ ڈھانپنا بھی مکروہ ہے۔

(۷)......نمازی کو اپنے کپڑے، داڑھی، بدن کے کسی حصہ، کسی عضو سے کھیلنا، مشغول ہونا، یا سجدے میں جاتے وقت اپنے آگے یا پیچھے سے کپڑا سمیٹنا، اٹھانا، جھاڑنا، ہاتھوں کو جھاڑنا وغیرہ بھی مکروہ ہے (ہاں اس قبیل کا کوئی عمل نماز کی ہی صحیح ادائیگی و درستگی کے لئے ہو تو مستثنٰی ہے)

(۸)......اسبال یعنی کپڑے کو مقررہ حد سے زیادہ لمبا رکھنا، مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً شلوار کا ٹخنوں سے نیچے ہونا (اس کی ممانعت وحرمت نماز کے علاوہ بھی ہر حالت میں ہے) اس طرح دامن کا بھی ٹخنوں سے نیچے تک ہونا، آستینوں کا انگلیوں سے آگے تک ہونا اور عمامہ کے شملے کا اتنا لمبا ہونا کہ بیٹھنے میں نیچے دبے یہ سب صورتیں اسبال میں داخل ہیں اور منع ہیں۔

(۹)......کسی ایسے کپڑے میں (بلاعذر و حاجت) نماز پڑھنا جس میں نجاست غلیظہ یا خفیفہ معافی کی مقدار سے کم کم لگی ہو (یعنی نجاست غلیظہ ایک درہم سے اور نجاست خفیفہ اس حصہ کے چوتھائی سے زیادہ نہ ہو، اس کی تفصیل پاکی ناپاکی کے مسائل میں گزر چکی ہے)

(۱۰)......سجدہ کی جگہ سے کنکریاں وغیرہ ہٹانا (بہت زیادہ ہوں کہ سجدہ مسنون طریقہ سے اس پر نہ ہوسکتا تو ایک دوبار اِدھر اُدھر کرنے کی گنجائش ہے)

(۱۱)......نماز میں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا یا چٹخانا۔

(۱۲)......بالوں کا سر پر جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔

(۱۳)......نماز میں کولھے پر، کوکھ پر، کمر پر یا کسی اور عضو پر ہاتھ رکھنا (نماز میں یہ عمل مکروہ تحریمی اور نماز کے علاوہ عام حالات میں مکروہ تنزیہی ہے)

(۱۴)......دائیں بائیں اس طرح دیکھنا کہ چہرہ کا بعض یا کُل حصہ قبلہ سے پھر جاوے، اسی طرح چہرہ پھیرے بغیر گوشۂ چشم، کن انکھیوں سے بلاضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا بھی مکروہ تنزیہی ہے (ضرورت سے ہو تو کراہت نہیں)

(۱۵)......آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا۔

﴿بقیہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

نام رکھنے کے آداب (قسط۱)

نام رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ بچہ کے لئے ایسا نام منتخب کریں، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات وارشادات کے زیادہ سے زیادہ مطابق ہو۔

اچھے نام رکھنے کا حکم

حدیث شریف میں ہے۔

’’اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِأَسْمَآئِکُمْ وَبِأَسْمَآءِ آبَآئِکُمْ فَأَحْسِنُوْا اَسْمَآئَکُمْ‘‘ (ابوداؤد فی الادب، باب فِی تَغْیِیرِ الْأَسْمَاءِ، سنن دارمی فی الاستئذان و مسند احمد)

ترجمہ:...... ’’تم لوگوں کو قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔ اس لئے تم اچھے نام رکھا کرو‘‘ (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے اچھے نام رکھنے کا حکم اور تاکید معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے والد کے نام سے پکارا جائے گا۔ [۱]

اچھا نام رکھنا والد کی ذمہ داری ہے

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[۱] ورجالہ ثقات إلا أن فی سندہ انقطاعا بین عبد اللہ بن أبی زکریا راویہ عن أبی الدرداء وأبی الدرداء فإنہ لم یدرکہ (فتح الباری باب کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم إذا سمع الاسم القبیح حولہ إلی ما ھو أحسن منہ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ’’باب مایدعی الناس بآبائھم‘‘ قائم کر کے صحیح حدیث سے ثابت کیا ہے کہ قیامت کے دن باپوں کے ناموں سے بلاوا ہوگا۔ معالم التنزیل میں ماؤں کے ناموں کے ساتھ پکارنے کی تین وجہ بتائی ہیں لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتیں، روایت کی شہرت کی وجہ سے تجویز کی گئی ہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ’’والاحادیث الصحیحة بخلافہٖ‘‘ یعنی صحیح حدیثیں اس مشہور قول (ماؤں کے ناموں سے پکارنے) کے خلاف ہیں۔

ومن ذالک حدیث ان الناس یوم القیامة یدعون بامھاتھم لابآبائھم وھو باطل (الموضوعات الکبیر ص ۱۷۵)

Iqra Ghufran

إن من حق الولد علی الوالد أن یحسن اسمه ویحسن أدبه (مسند بزار حدیث نمبر ۸۵۴۰)

ترجمہ: والد کے ذمہ اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ عَلِمْنَا حَقَّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ، فَمَا حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ ؟ قَالَ " :أَنْ يُحْسِنَ اسْمَهُ، وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ (شعب الایمان، حقوق الاولاد) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ اولاد کے ذمہ والد کے کیا حقوق ہیں؟ تو اولاد کا والد کے ذمہ کیا حق ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ:

حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ أَنْ يُحْسِنَ اسْمَهُ، وَيُحْسِنَ مِنْ مَرْضَعِهِ، وَيُحْسِنَ أَدَبَهُ(شعب الایمان ،حقوق الاولاد)

ترجمہ: والد کے ذمہ اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کے دودھ پلانے کا اچھا انتظام کرے اور اس کو اچھا ادب سکھائے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام

ایک حدیث میں ہے کہ:

إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَن (مسلم،باب النَّهْيِ عَنِ التَّكَنِّي بِأَبِي الْقَاسِمِ وَبَيَانِ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں

---

[1] قال البیهقی:
"وَمُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ضَعِيفٌ بِمَرَّةٍ، لَا تَفْرَحُ بِمَا يَنْفَرِدُ بِهِ
قلت قد تأید به حدیث ابی هریرة وحدیث عائشة .

(ترجمہ ختم)

انسان کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے،اس لئے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا عبد اور بندہ ہے،اوراسی وجہ سے عبداللہ(یعنی اللہ کا بندہ)اورعبدالرحمٰن(یعنی رحمٰن کا بندہ)پسندیدہ نام ہیں۔

انبیائے کرام کے نام رکھنے کا حکم

ایک حدیث میں ہے:

تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ(نسائی،مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ شِيَةِ الْخَيْلِ)

ترجمہ: تم نبیوں کے ناموں پر(اپنے بچوں کے)نام رکھا کرواور اللہ عزوجل کے نزدیک ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اورعبدالرحمٰن ہیں(ترجمہ ختم)

اورروایت میں ہے کہ:

تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ(ابوداود،باب فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ)

ترجمہ: تم نبیوں کے ناموں پر(اپنے بچوں کے)نام رکھا کرواور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں،اور زیادہ صادق آنے والے نام حارث اور ہمام ہیں،اورزیادہ برے نام حرب اورمرہ ہیں(ترجمہ ختم)

حارث کے معنی کمانے والے کے ہیں،اور ہمام کے معنی زیادہ ارادہ کرنے والے کے ہیں،اورکوئی انسان کمانے اورارادہ کرنے سے خالی نہیں ہوتا،اس لئے یہ نام انسان کی حالت پرزیادہ صادق آتے اورمنطبق ہوتے ہیں،اورحرب کے معنی جنگ اورلڑائی کے ہیں،اورمرہ کے معنی کڑواہونے کے ہیں،اس لئے یہ نام پسندیدہ نہیں ہیں(کذافی بذل المجہود شرح ابی داؤدجلد۶ص۲۶۷)

برے ناموں کوتبدیل کردینا

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اچھے نام رکھنے چاہیں لیکن اگرکسی کا نام پہلے سے برا تجویز کیا جاچکا ہوتو حضورﷺ نے اس کوتبدیل کرنے کا حکم فرمایا ہےاورحضورﷺ نے خودبھی کئی برے نام تبدیل فرمائے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الِاسْمَ الْقَبِيحَ (ترمذی،باب مَا جَاءَ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ)

ترجمہ: حضور نبی ﷺ برے ناموں کوتبدیل کر دیا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ أَنْتِ جَمِيلَةُ (مسلم،باب اسْتِحْبَابِ تَغْيِيرِ الِاسْمِ الْقَبِيحِ إِلَى حَسَنٍ وَتَغْيِيرِ اسْمِ بَرَّةَ إِلَى زَيْنَبَ وَجُوَيْرِيَةَ وَنَحْوِهِمَا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عاصیہ نام تبدیل کر دیا اور فرمایا کہ آپ کا نام جمیلہ ہے(ترجمہ ختم)

عاصیہ کے معنی نافرمانی کرنے والی کے ہیں،اور جمیلہ کے معنی خوبصورت کے ہیں۔

اور یہ ممانعت عاصیہ نام رکھنے کی ہے جو عین اور صاد کے ساتھ ہے،لیکن اگر آسیہ نام رکھا جائے جو الف اور سین کے ساتھ ہے،تو کوئی ممانعت نہیں۔

حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلاً يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- مَا اسْمُكَ. قَالَ أَنَا أَصْرَمُ. قَالَ بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ (ابو داود،باب فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ)

ترجمہ: ایک آدمی کو اصرم کہا جاتا تھا جو اس قبیلہ کے لوگوں میں شامل تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ تو اس نے کہا کہ اصرم۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ آپ کا نام زرعہ ہے(ترجمہ ختم)

اصرم کے معنی کٹنے اور جدا ہونے کے ہیں،اور اس میں اچھائی اور خیر و برکت سے کٹنے کی طرف اشارہ ہے ،اس لئے آپ ﷺ نے یہ نام پسند نہیں فرمایا اور اس کے بجائے زرعہ نام رکھا جس کے معنی کھیتی کے ہیں جو کہ اچھے معنی ہیں۔ [1]

---

[1] قال بل أنت زرعة بضم زاى وسكون راء مأخوذ من الزرع وهو مستحسن بخلاف أصرم فإنه مأخوذ من الصرم وهو القطع فبادله به وغيره له(مرقاة المفاتيح ،باب الاسامى)

(بَلْ أَنْتَ زُرْعَة :(بِضَمِّ زَاء وَسُكُون رَاء مَأْخُوذ مِنْ الزَّرْع ، وَهُوَ مُسْتَحْسَن بِخِلَافِ أَصْرَم ، لِأَنَّهُ مُنْبِء عَنْ اِنْقِطَاع الْخَيْر وَالْبَرَكَة ، فَبَادَلَهُ بِهِ (عون المعبود باب فى تغير الاسم القبيح)

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے کئی ناموں کو تبدیل فرمایا، چنانچہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم -اسْمَ الْعَاصِ وَعَزِيزٍ وَعَتَلَةَ وَشَيْطَانٍ وَالْحَكَمِ وَغُرَابٍ وَحُبَابٍ وَشِهَابٍ فَسَمَّاهُ هِشَامًا وَسَمَّى حَرْبًا سَلْمًا وَسَمَّى الْمُضْطَجِعَ الْمُنْبَعِثَ وَأَرْضًا تُسَمَّى عَفِرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ وَشِعْبَ الضَّلاَلَةِ سَمَّاهُ شِعْبَ الْهُدَى وَبَنُو الزِّنْيَةِ سَمَّاهُمْ بَنِى الرِّشْدَةِ وَسَمَّى بَنِى مُغْوِيَةَ بَنِى رِشْدَةَ .قَالَ أَبُو دَاوُدَ تَرَكْتُ أَسَانِيدَهَا لِلاِخْتِصَارِ (ابوداود، باب فِى تَغْيِيرِ الأَسْمَاءِ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے عاص اور عزیز اور عتلہ اور شیطان اور حکم اور غراب اور حباب اور شہاب ناموں کو تبدیل فرمادیا، اور شہاب کے بجائے ہشام نام رکھا، اور حرب کا نام سلم اور مضطجع کا نام منبعث رکھا اور عفرۃ جو بنجر زمین کا نام ہے اس کی جگہ خضرہ رکھا، اور شعب الضلالۃ کا نام شعب الہدیٰ رکھا، اور بنوالزنیہ کا نام بنی رشدہ رکھا، اور بنومغویہ کا نام بنورشدہ رکھا

امام ابوداؤ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی سندوں کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے (ترجمہ ختم)

عاص نافرمانی کے معنی میں ہے، اور مومن کا نام فرمانبرداری کے ساتھ ہونا چاہئے، اور عزیز اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، جس کے معنی بہت زیادہ عزت اور طاقت والے کے ہیں،

اور عتلہ کے معنی شدت اور سختی کے ہیں، اور مومن کی شان نرمی کا ہونا ہے، اور شیطان کے معنی رحمت اور خیر سے دور ہونے کے ہیں اور یہ ابلیس کا نام ہے، اور مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہے، اور حکم کے معنی ایسے حاکم کے ہیں جس کا حکم رد نہیں کیا جا سکتا، اور یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے، اور اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، اور غراب کے معنی دور ہونے کے آتے ہیں، اس کے علاوہ یہ ایک جانور کا بھی نام ہے، اور حباب سانپ کی ایک قسم ہے، اور یہ مروی ہے کہ یہ شیطان کا نام ہے، اور شہاب آگ کے شعلے کو کہا جاتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے بجائے ہشام نام رکھا جس کے معنی سخاوت کے آتے ہیں، اور حرب کے معنی لڑائی کے آتے ہیں، جس کو بدل کر سلم نام رکھا جس کے معنی سلامتی کے آتے ہیں، اور مضطجع کے معنی لیٹنے والے کے آتے ہیں اور اس میں سستی اور کاہلی کی شان پائی جاتی ہے، جس کو بدل کر منبعث نام رکھا جس کے معنی اٹھنے والے کے آتے ہیں، عفرۃ بنجر زمین کو کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بجائے خضرہ نام رکھا جس کے معنی سبزے کے آتے ہیں، اور شعب الضلالۃ کے معنی

گمراہی کی گھاٹی کے ہیں، اس کو بدل کر شعب الہدیٰ نام رکھا جس کے معنی ہدایت کی گھاٹی کے ہیں، اور بنو الزنیہ کے معنی زانیہ کے بیٹوں کے ہیں جن کا نام بنی رشدہ یعنی ہدایت کے بیٹے رکھا، اور بنومغویہ کے معنی گمراہ کرنے والی کے بیٹے کے ہیں، جس کو بدل کر بنورشدہ نام رکھا جس کے معنی ہدایت دینے والی کے بیٹے کے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے کثرت سے برے ناموں کو تبدیل فرمایا ہے، اور ان کی جگہ اچھے نام تجویز فرمائے ہیں۔

شیطانی اور شرکیہ ناموں سے پرہیز

حضرت مسروق فرماتے ہیں:

لَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ أَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوقُ بْنُ الأَجْدَعِ .فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يَقُولُ الأَجْدَعُ شَيْطَانٌ(ابوداود،باب فِي تَغْيِيرِ الاسْمِ الْقَبِيحِ)

ترجمہ: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کون ہو میں نے کہا کہ میں مسروق، اجدع کا بیٹا ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ اجدع شیطان (کا نام) ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے نام رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے جن کی نسبت شیطان کی طرف ہو۔

اور اسی طریقہ سے ایسے نام رکھنا بھی جائز نہیں ہوگا جن کی نسبت بتوں یا دیوی دیوتاؤں کی طرف ہو۔

حضرت ہانی بن شریح فرماتے ہیں کہ:

وَفَدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِي قَوْمِهِ فَسَمِعَهُمْ يُسَمُّونَ رَجُلاً عَبْدَ الْحَجَرِ ، فَقَالَ لَهُ :مَا اسْمُكَ ؟ قَالَ :عَبْدُ الْحَجَرِ ، فَقَالَ لَهُ :رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :إِنَّمَا أَنْتَ عَبْدُ اللهِ(مُصنف ابن أبی شیبة،فِي تغْيِيرِ الأسماء)

ترجمہ: نبی ﷺ کا وفد حضرت ہانی کی قوم میں تشریف لایا تو نبی ﷺ نے سنا کہ ان لوگوں نے ایک آدمی کا نام عبدالحجر (یعنی پتھر کا بندہ) رکھا ہوا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے معلوم کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ تو اس نے کہا کہ عبدالحجر، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تم

عبداللہ ہو (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے نام رکھنا منع ہے، جن میں شرک کی بات پائی جاتی ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

''لَایَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُاللّٰہِ وَکُلُّ نِسَآئِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَفَتَایَ وَفَتَاتِیْ'' (بخاری فی العتق، مسلم، ابوداؤد فی الادب و مسند احمد)

ترجمہ:...... ''اپنے غلاموں اور باندیوں کو عبدی (میرے بندے) اور امتی (میری بندی) کہہ کرمت پکارا کرو، تم سب اللہ کے بندے اور اس کی بندیاں ہو بلکہ میرے غلام اور میری باندی یا جوان وغیرہ کہا کرو'' (ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بچوں کے نام ایسے رکھنا چاہئیں جو معنٰی کے اعتبار سے اچھے ہوں، ان میں شرک اور تکبر وغیرہ کا شبہ نہ ہو اور کوئی غلط معنٰی یا نسبت نہ ہو۔

رسول بخش، علی بخش، حسین بخش، امام بخش، پیر بخش اور قلندر بخش وغیرہ نام رکھنا یا کسی غیراللہ کے نام کے ساتھ مشکل کشا لگانا غلط ہے۔ ان سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

البتہ اللہ بخش وغیرہ نام رکھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح عبادت اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہے اسی طرح کسی کو بخشنا اور معاف کرنا، پیدا کرنا زندہ کرنا، مارنا، مشکلات پریشانیوں اور مصائب کا کھولنا اور حل کرنا یہ تمام چیزیں اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص اور اس کی صفات ہیں ان صفات کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا درست نہیں۔

عبدالعلی کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ، لفظ علی کیونکہ اللہ تعالٰی کا نام بھی ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ وغیرہ آیا ہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے اگر کسی کی مراد عبدالعلی میں اللہ کا بندہ ہو تو جائز ہے اور اگر حضرت علی کا بندہ مراد ہو تو ناجائز ہے۔ اور آج کل جہالت کے دور میں ظاہر ہے کہ ایسے مشتبہ ناموں کے رکھنے سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

اور محمد علی، محمد حسین، محمد حسن، محمد جعفر وغیرہ نام رکھنا بلاشبہ جائز ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرے صحابۂ کرام کے ناموں کو بھی رواج دیا جائے اور ان کے نام بھی رکھے جائیں۔ (جاری ہے)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

موجودہ حالات کے تناظر میں (قسط۲)

وہ خطاب جو حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب نے ادارہ غفران راولپنڈی میں مورخہ ۵ رمضان ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۷/اگست ۲۰۰۹ء بروز جمعرات قبل از ظہر فرمایا اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہٗ نے محفوظ اور مولوی ابرار حسین ستی صاحب نے نقل فرمایا (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مزید مثالیں

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماں باپ کو پیدا کیا، پھر اس سے بڑھ کر اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے تمہیں ایک مسلمان کے گھر میں پیدا کیا، اگر وہ تمہیں کسی کافر یا کسی ہندو کے گھر پیدا کرتے تو معلوم نہیں کہ اس وقت کس حال میں ہوتے، ہوسکتا ہے کہ تم گھنٹہ بجا رہے ہوتے، اور تمہیں عقل فہم سمجھ دے دی، یہ سب چیزیں تمہیں سمجھ میں نہیں آتیں، کہ یہ سب اس کی رحمت ہے۔ تمہیں کھانے پینے کو دے دیا یہ اس کی رحمت ہے، تمہیں رہنے کو دے دیا یہ بھی اس کی رحمت ہے، باقی رہا دنیا کا معاملہ تو دنیا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ تعریف کی ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌم بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ. (الحدید، الآیۃ ۲۰)

کہ یہ تو لہو ولعب ہے۔

اس میں لوگ گپیں مارتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس اتنی دولت ہے، میری اتنی اولاد ہے، میری اتنی بلڈنگیں ہیں، لیکن یہ چیزیں مقصود نہیں ہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ یہاں آکر آخرت کی تیاری کریں، اسی غرض کے لئے سارے عالم بنائے گئے، کب عالمِ ارواح میں حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا اور کب ان کے اندر روح ڈالی کب ان کو پڑھایا لکھایا؟ کب ان کا فرشتوں کے سامنے امتحان ہوا؟ یہ ساری چیزیں تو عالمِ بالا میں ہوگئیں، پھر اس کے بعد، ایک عالم ارواح ہے، جہاں پر روحیں پڑی ہوئی ہیں، اور یہ روحیں چیونٹیوں کی طرح پڑی ہوئی ہیں، پھر اس کے بعد ہم عالم ارواح سے اس دنیا میں منتقل ہوتے

ہیں، اور یہاں ہمیں ایک جسم دیا جاتا ہے، اس کے اندر روح ڈالی جاتی ہے، پھر ہمیں جوان اور پھر بوڑھا بنا کر اٹھالیا جاتا ہے، اور کسی کو بوڑھا ہونے سے پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے وغیرہ تو یہ ساری چیزیں تو اللہ نے ایک ترتیب سے بنائی ہیں۔

لیکن عالمِ برزخ، عالمِ بالا اور عالمِ دنیا، ان کی میعاد کا سلسلہ کہ کب سے ہے اور کتنا ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں، یہ سمجھنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ دنیا نہیں تھی، یا یہ کائنات نہیں تھی، یا قیامت کے دن تک جو پیدا ہونے والے ہیں وہ ان کے علم نہیں تھے، یہ سب غلط ہے، اللہ تعالیٰ کو ان سب کا علم ہے، ہر ایک شخص کی جو شکل صورت، اور جو کچھ اس کا ڈھانچہ ہے، سب کو وہی پیدا کرتے ہیں، اور انہی کے اپنے علم کے مطابق پیدا ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے، اور شروع سے ہے۔

پھر اس کے بعد عالمِ برزخ کب تک رہے گا اور کب تک اس میں ارواح رہیں گی؟ پھر اس کے بعد قیامت آجائے گی، اور پھر قیامت کے بعد حساب کتاب ہوگا، پھر حساب کتاب کے بعد جنت والے جنت میں چلے جائیں گے، اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے۔

لیکن یہ سارے حساب کتاب، اور جنت وجہنم کا، اور اس دنیا کی زندگی کا اگر اس کے مقابلے میں آپ حساب لگائیں تو یہ پلک جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہے، وہ ساری چیزیں تو بہت لمبی چوڑی ہیں، اور یہ دنیا کی زندگی بالکل پلک جھپکنے کی طرح ہے، اور اس میں اس آدمی کی زندگی اس سے بھی تھوڑی ہے، کہ بس آپ یوں کریں اور زندگی ختم۔

بہرحال ابھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی کافی نشانیوں کا ظاہر ہونا باقی ہے، اور یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ یہ جتنی حیرت انگیز ایجادات ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کے لئے مخصوص کی تھیں، کہ میں ان کو سائنس بھی بتلاؤں گا اور ٹیکنیک بھی بتلاؤں گا، اور اس امت کا فرد جہاز بھی بنائے گا اور راکٹ بھی بنائے گا، اور ایٹم بم بھی بنائے گا، یہ ساری چیزیں آج اس امت کے دور میں ہورہی ہیں، اس سے پہلے جو دنیا آئی تو اس دور میں تو کسی نے دو پہیوں کی سائیکل بھی نہیں بنائی، یہ ساری ایجادات تو اب شروع ہوئی، اور وہ ایجادات بھی موجودہ صدی میں، اس سے پہلے انہوں نے بھی یہ چیزیں نہیں بنائی تھیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ حضرت مہدی جب آئیں گے تو وہ راکٹ چلائیں گے، یا ایٹم بم استعمال

کریں گے؟ یا بمبارمنٹ کے لئے جہاز استعمال کریں گے، کیا کریں گے؟ ہماری دنیا میں تو کیونکہ یہ ساری چیزیں ہمارے پاس ہیں، پھر کیسے حدیث میں آ گیا کہ اس طریقہ سے مقابلہ ہوگا، اور اس طریقہ سے لشکر آئیں گے، اس میں تو کہیں یہ نہیں ہے کہ کوئی ایٹم بم چلائے گا، یا کوئی راکٹ چلائے گا، یا کوئی بمبارمنٹ کرے گا، یہ کہیں بھی نہیں ہے۔

پھر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ پھر آخر کیا ہوگا؟

میں آج سے تقریباً سات آٹھ سال پہلے انگلینڈ گیا تھا، تو وہاں ایک بھرتی ہو رہی تھی، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ صاحب یہ امام مہدی کے لئے ہو رہی ہے، وہ حج کے زمانے میں آ رہے ہیں، اور یہ لوگ جا کر ان سے بیعت کریں گے، یہ بحث وہاں چل رہی تھی، میں بھی وہاں ایک مسجد میں بیان کے لئے گیا تو میں نے یہ معلوم کیا کہ وہ آدمی جن کو امام مہدی ہونے کا الہام ہوا ہے وہ موجود ہیں، کہنے لگے موجود ہیں، مگر آپ اس مسجد میں جو بیان کریں گے اس میں امام مہدی کا کوئی تذکرہ نہ کریں ورنہ وہ آپ کو ماردیں گے، تو میں نے کہا کہ مارنے دو۔

بہرحال جب میں نے وہ تقریر شروع کی تو میں نے کہا کہ میں تو امام مہدی کے بارے میں ہی تقریر کروں گا، اگر کسی کو سننا ہو تو سنے، نہیں سننا تو چلا جائے۔

میں نے کہا کہ پہلے تو میں ان صاحب سے جن کو یہ الہام ہوا ہے، کہ امام مہدی آ رہے ہیں، یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ امام مہدی کتنے لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت دیں گے؟

حدیث میں تو آیا ہے کہ وہ تین سو تیرہ آدمی ہوں گے، اور یہ جو لاکھوں آدمی بیعت ہو کر جا رہے ہیں، ان کو امام مہدی کیسے بیعت کریں گے؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی، اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منورہ کی حکومت خیبر تک ہوگی، اور مکہ آزاد ہوگا، بس اس کے علاوہ دنیا کے اندر مسلمانوں کی حکومت ہی نہیں ہوگی، اور ابھی تو ستاون ملک ہیں جو مسلمانوں کے ہیں، چاہے وہ کیسے بھی مسلمان ہیں لیکن ہیں تو مسلمان ہی۔

بہرحال! وہ ایک عجیب زمانہ ہوگا اور واقعہ یہ ہے کہ اس وقت یہ دنیا یہ سارے ہتھیار تنگ ہو کر خود ہی ختم کرے گی، یہ سب تباہی کی چیزیں ہیں، بس وہی زندگی ٹھیک ہے، تلوار اور نیزوں وغیرہ کے ساتھ، کیونکہ یہ تو ابھی کسی کی کنپٹی پر رکھو اور اس کو کہو! کہ نکال وہ فوراً اپنی جان کی خاطر مال و دولت نکاح کر دے دے گا

﴿بقیہ صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

قرآن فہمی کے متعلق چند غلط فہمیاں

قرآن مجید اور فرقانِ حمید، اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جس کے بعد قیامت تک کسی اور آسمانی کتاب کے آنے کا امکان نہیں۔

اور اسی کے ساتھ یہ آسمانی کتابوں میں سب سے جامع اور مفصل کتاب ہے، جس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کی صلاح وفلاح اور رشد وہدایت کا ذخیرہ موجود ہے۔

پھر قرآن مجید میں ایک حصہ تو وہ ہے جو وعظ ونصیحت اور عبرت وبصیرت پر مشتمل ہے، اور اس حصہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی تذکیر کے لئے نازل فرمایا ہے، اور اسی لئے اس حصہ کو نہایت سہل وآسان بھی بنایا ہے۔

اور قرآن مجید کا دوسرا حصہ وہ ہے جو حلال وحرام اور جائز وناجائز وغیرہ احکام پر مشتمل ہے، یہ حصہ کیونکہ علمی نوعیت کا ہے، جس کو سمجھنے کے لئے بے شمار علوم کی ضرورت ہے، ان علوم میں عربی زبان کے علاوہ، نحوی و صرفی قواعد اور لغت وغیرہ بھی داخل ہیں، اور سی لئے اس حصہ کو سمجھنے کے لئے کئی سالوں پر مشتمل دینی مدارس میں مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے، اور ان علوم پر مہارت حاصل ہونے کے بعد قرآن مجید کے اس حصہ کو صحیح سمجھنے کی صلاحیت ولیاقت پیدا ہوتی ہے۔

اور اسی وجہ سے قرآن مجید کا یہ حصہ صرف ترجمہ اور مختصر تفسیر کے مطالعہ سے ہر عامی شخص کو سمجھنا مشکل ہے۔

مگر آج کے دور میں کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ علی الاطلاق قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے کسی دوسرے علم کی ضرورت نہیں، اور اگر کچھ ضرورت بھی ہے تو وہ صرف تھوڑے بہت نحوی وصرفی علم وفن کی ضرورت ہے، اور اسی خیال کے نتیجہ میں ان لوگوں کی طرف سے آج عامۃُ الناس کو براہِ راست قرآن فہمی کی دعوت دی جاتی ہے، اور اس غرض کے لئے مختلف کورس اور دورے منعقد کئے جاتے ہیں، اور چند دن لیکچر دے کر سمجھا جاتا ہے کہ قرآن فہمی کا مقصد پورا ہوگیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کے مختصر دورے کر کے اور لیکچر سُن کر، قرآن فہمی کے مقصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور اگر کچھ حاصل بھی ہوجائے تو اس کو حقیقی یا کامل قرآن فہمی سے تعبیر کرنا مشکل ہے۔

پھر جہاں قران فہمی کے سلسلہ میں مذکورہ غلطی کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی ایک فاحش اور

خطرناک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ قرآن فہمی کے لئے جن حضرات کو بطور استاذ مقرر کیا جاتا ہے، وہ خود قرآنی ہدایات و تعلیمات اور سیرتِ نبوی کی دولت سے کوسوں دور ہوتے ہیں، نہ سیرت، نہ صورت، نہ کردار اور نہ سنت کی پیروی، ان سب ہی چیزوں سے محروم ہوتے ہیں۔

حالانکہ سلفِ صالحین کا ارشاد ہے کہ:

کتابُ اللہ کو رجالُ اللہ سے سیکھو، اور رجالُ اللہ کو کتابُ اللہ سے پہچانو!

بھلا جو لوگ قرانی ہدایات پر ہی عمل پیرا نہیں ہوں گے، ان سے قرآن فہمی کے مقصد کو حاصل کرنے کی کیا خاک توقع کی جاسکتی ہے۔

آج کل ذرائع ابلاغ کے علاوہ عوامی سطح پر بھی ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو قرآن فہمی کے عنوان سے مختلف قسم کی گمراہیاں پھیلانے میں مصروف ہیں۔

اور یہ سب خرابیاں تو ایک طرف ہیں، علماء کے ایک طبقہ میں بھی عوام الناس کو قران فہمی کے حقیقی مقصود سے محروم کر کے قرآن مجید کی طرف غلط نسبتیں کی جارہی ہیں اور قرآن مجید کی تعلیمات کو بہت محدود کر کے پیش کیا جارہا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی ہر ہر سورت اور آیت کو اپنے مخصوص جذبات و خیالات کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، جو حضرات سیاسی ذہن و مزاج رکھتے ہیں، وہ ہر ہر سورت اور آیت سے سیاست کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور وہ اپنے جذبات میں یہاں تک بھی کہہ جاتے ہیں کہ حضرت سلیمان، حضرت یوسف، حضرت ذوالقرنین وغیرہ کے قصے سیاست کی اہمیت و ضرورت کی وجہ سے ہی بیان کیئے گئے ہیں، اور بس۔ اور جو حضرات جہادی ذہن رکھتے ہیں وہ اپنے جذبات و خیالات کو ہر ہر سورت و آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ وہ آیات اور سورتیں مکی ہی کیوں نہ ہوں اور ہجرت سے پہلی ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں (جبکہ اس وقت تک قتال کا حکم بھی نہیں آیا تھا)

اور جو حضرات تبلیغی ذہن رکھتے ہیں وہ ہر ہر سورت اور آیت سے دعوت و تبلیغ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہر مقام پر جہاد اور فی سبیل اللہ کے مفہوم کو تنگ کر کے اور کسی بھی طرح کی تاویل کر کے مروّجہ دعوت و تبلیغ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور جو لوگ کسی خاص قسم کا تحریکی و تنظیمی مزاج رکھتے ہیں وہ قرآن مجید سے اپنی تحریکی و تنظیمی کوششوں اور ان

کی افادیت واہمیت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گویا کہ ہر ایک نے قرآن مجید کی تعلیمات کو اپنے جذبات وخیالات کے تابع بنا کر رکھا ہوا ہے، اور اعتدال کی نعمت ودولت سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے۔

غلط قرآن فہمی کے سلسلہ کی ایک کڑی وہ بھی ہے جو آج کل مختصر دورۂ تفسیر قران کے عنوان سے رائج ہے، کہ چالیس یا تیس روزہ مختصر دورۂ تفسیر کرا کر سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کا مقصد حاصل ہوگیا، حالانکہ تیس یا چالیس روز میں اور وہ بھی جز وقتی طور پر قرآن فہمی کے حقیقی مقصود کو حاصل کیا جانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

پھر بہت سی جگہ اس دورۂ تفسیر میں شرکت کے لئے نہ کسی قاعدہ وقانون کی پابندی کی ضرورت سمجھی جاتی اور نہ ہی خاص علمی صلاحیت ولیاقت کو ضروری سمجھا جاتا، اور نہ عمل وکردار کا لحاظ کیا جاتا، بلکہ مدارس کے طلبہ ہوں، یا سکول وکالج کے سٹوڈنٹس، یا پھر کاروباری اور تجارتی شعبہ سے منسلک عوام ہوں، سب کو بلاتفریق و امتیاز اس میں شمولیت کی نہ صرف اجازت دی جاتی ہے، بلکہ اس کی طرف دعوت دی جاتی ہے، اور پھر بہت سی جگہ اوپر سے دورۂ تفسیر کی سندِ فراغت واجازت بھی فراہم کردی جاتی ہے۔

حالانکہ اس مختصر دورانیہ میں قرآن مجید کے شانِ نزول کی بحث کو بھی پوری طرح سمجھا وسمجھایا نہیں جاسکتا، پھر معلوم نہیں کہ کس چیز کی تعلیم دے کر قرآن فہمی کے عنوان کو ہوا دی جاتی ہے۔

ہمیں جہاں تک معلوم ہوا، اس قسم کے دورہ ہائے تفسیرِ قرآن میں عام طور پر مخصوص بحثوں کو ہی پڑھایا جاتا ہے، اور اس میں بھی عام طور پر معلم کے اپنے جذبات وخیالات کی ترجیحات کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔

اس قسم کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے کہ اب قرآن فہمی کا معاملہ نااہل اور عوام کے ہاتھوں کا کھلونا بنا ہوا ہے اور اس کے نتیجہ میں عوام میں در پردہ یہ خیال ترقی پکڑ رہا ہے کہ قرآن مجید نعوذ باللہ تعالیٰ بہت محدود موضوع کی کتاب ہے، بس جس موضوع کو ترجیحی بنیادوں پر پڑھا گیا، اسی موضوع سے متعلق قرآن کے مقصود نزول کو محدود سمجھ لیا جاتا ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ قرآن فہمی کے نام پر ہونے والی اس قسم کی بے اعتدالیوں کا حصہ بننے کے بجائے اہلِ علم حضرات ان کے ازالہ واصلاح کی طرف اپنی توجہات کو مبذول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

Idara Ghufran

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۵)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت جی مفتی صاحب دامت برکاتہم کی ذات والا صفات کے ساتھ منجانبِ حق برکتیں اور نصرتیں بصیرت رکھنے والوں کو محسوس ہوتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ادارہ کی جملہ تعمیرات اور سابقہ تعمیر میں مناسب حال تغیرات وترمیمات بشمول اوپر کی تعمیرات کو چھیڑے بغیر نچلی بوسیدہ منزل کی نئی تعمیر کے، یہ سب کچھ حضرت جی مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی ذاتی نگرانی میں اپنی سوچ اور اپنے ذہن میں قائم کردہ نقشہ کے مطابق کرایا۔

اس سب کام میں جو سلیقہ مندی، انتظام، تھوڑے خرچ میں زیادہ کام اور تھوڑی جگہ کا زیادہ کارآمد استعمال عمل میں آیا ہے، اس پر آمدورفت رکھنے والے بعض ماہرینِ تعمیرات، ٹھیکیدار، مستری حضرات بھی متعجب ہوتے رہے۔

نچلی منزل کی تعمیرِ نو کا حضرت نے جب حتمی ارادہ فرمالیا، تو یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا کہ اوپر کی دو منزلوں کو کانوں کان خبر ہی نہ ہو ان میں کوئی رخنہ، کوئی ہلچل نہ مچے اور نیچے اندر ہی اندر پوری طرح کایا پلٹ ہو جائے، قلبِ ماہیت اور انقلابِ احوال ہو جائے۔

کئی مستری حضرات، ٹھیکیدار صاحبان آئے، کام کی نوعیت اور نزاکت دیکھ کر بغیر کچھ کہے سنے واپس ہوئے، آخر میں ملتان سے حضرت جی کے بہنوئی جناب عابد صاحب نے اپنے ایک جاننے والے ماہر ٹھیکیدار سے رابطہ کیا جو انجینئر بھی تھے وہ آئے ان کے ساتھ ٹھیکہ، معاہدہ سب کچھ طے ہوگیا، جو سہولیات وہ چاہتے تھے، فراہم کردی گئیں۔

اپنے کارکن اور افراد کی ٹیم بھی وہ ملتان سے ہی لے کر آئے، دیواریں کھلتی گئیں جیک اور بلیاں نصب ہوتے چلے گئے، پلروں اور ستونوں کی کھدائیاں ہوتی گئیں۔

کام کا یہ آغاز ۱۳ شعبان ۱۴۲۶ھ (ستمبر ۲۰۰۵ء) کو ہوا، لگ بھگ ۲۰ دن بعد ۳ رمضان ۲۶ھ کو زلزلہ آیا، اس دوران ٹھیکیدار صاحب کی ٹیم کے سب افراد یکے بعد دیگرے واپسی کی راہ لے چکے تھے اور ٹھیکیدار

Idara Ghufran

صاحب کی معیت میں بطور کارکن ادارہ کے کئی افراد و کارکنان شامل ہو چکے تھے۔

زلزلہ کے بعد اوپر کی عمارت اور نیچے کے تعمیری عمل کے متعلق ٹھیکیدار صاحب شاید نفسیاتی طور پر کچھ اندیشوں اور خدشات کا شکار ہو گئے تھے، چند دنوں بعد اپنے مزاج کے خلاف کسی ناخوشگوار واقعہ کو بنیاد بنا کر اچانک درمیان میں کام چھوڑ کر تشریف لے گئے، کئی دن بعد ان کو اپنی غلطی اور جلد بازی کا احساس بھی ہو گیا تھا، اس پر انہوں نے پھر آ کر کام سنبھالنے کا عندیہ دیا مگر حضرت جی نے پسند نہ فرمایا۔

چند دن پہلے کا قیامت خیز زلزلہ جو "اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ" کی ادنیٰ جھلک دکھا چکا تھا، اس کے بعد اتنی جلدی ٹھیکیدار صاحب موصوف کا تین منزلہ دیوہیکل عمارت کو اپاہج کر کے جیکوں اور بلیوں کی بیساکھیوں پر ٹکا کر خود اس طرح چلے جانے سے بڑی پریشان کن صورتِ حال بن گئی، منصوبہ پہلے سے ہی کیا کم پُر خطر تھا، کہ اب زلزلہ کا سانحہ پیش آنے اور ایک انجینئر صاحب کا کام کو درمیان میں چھوڑ کر چلے جانے سے یہ تعمیری سلسلہ اور زیادہ تشویشناک ہو گیا، ظاہر ہے کہ ایسے میں کون اس تعمیری عمل کو آگے بڑھانے پر آمادہ ہوتا۔

ان حالات میں ادارہ کے احباب و متعلقین کا پریشان ہونا فطری امر تھا، حضرت جی کو بھی ان حالات و واقعات اور ابنائے زمانہ کے طرزِ عمل کی وجہ سے ایک گونہ تشویش تھی، لیکن حضرت ہی میر کارواں تھے، سب آپ ہی کی طرف دیکھتے تھے، آپ پر دوہری ذمہ داریاں تھیں، اس نازک تعمیری مرحلے کو آگے بڑھانے کے لئے بھی کوئی حل نکالنا تھا، ادارے کے مختلف شعبوں اور نظام کو بھی تعطل سے بچانا تھا، افراد و کارکنانِ ادارہ کے حوصلے بحال رکھنا اور ان کو کام پر لگانا تھا۔

ایسے ہی مواقع پر آدمی کے حوصلوں اور صلاحیتوں کی جانچ ہوتی ہے، اہلِ ایمان کے ایمان و یقین اور توکل کا امتحان ہوتا ہے، اور اللہ والوں کی قربت کے مدارج میں ترقی اور رجوع و انابت الی اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت جی بشاشت، استقامت، بلند حوصلگی اور اعلیٰ ظرفی کے ساتھ اس مرحلہ سے جس طرح سرخرو ہو کر نکلے، اور اپنے خدام و متعلقین کو بھی ایمانی و باطنی کیفیات کے ساتھ اس مرحلے سے کامیابی کے ساتھ گزارا، اس سے کھلی آنکھوں کے ساتھ یہ نظر آتا تھا، کہ یہ بظاہر تعمیری مرحلہ اضطراری مجاہدات کی صورت میں یقین و توکل اور انابت الی اللہ کی باطنی دولت سمیٹنے (اور سلوک کے بعض مرحلے سَر کرنے) کے لئے غیبی انتظام تھا، غرضیکہ اس نازک مرحلہ پر بھی نہ تعمیری کام میں کوئی زیادہ تعطل پیدا ہوا، نہ ادارہ کے دیگر شعبے اور مشاغل متاثر ہوئے۔ عارضی طور پر دارالافتاء اور قرآنی تعلیم کی جماعتیں سامنے ہی ایک دوسرے مکان

میں منتقل کی جا چکی تھیں، وہ سب سلسلہ چلتا رہا۔

اس دوران صوابی (صوبہ سرحد) کے ایک مستری صاحب سے مولوی طارق محمود صاحب (مدرس، ادارہ غفران) کے والد صاحب کے توسط سے رابطہ ہوا، وہ آئے، کام کی نگرانی اور ترتیب اب حضرت جی خود تجویز فرماتے رہے، مستری صاحب اور ادارہ کے کارکن اس ترتیب پر کام کرتے رہے، عید کے بعد کام میں اور عمدہ نظم چل پڑا، بڑی عید تک نچلی منزل کا یہ کام کافی حد تک قابو میں آ گیا، پلروں اور ستونوں کی تعمیر بھی مکمل ہوگئی پھر بڑی عید کے بعد بڑی تیزی سے باقیماندہ سب دیواروں کی بھی نئی تعمیر ہوگئی اور باقی چھوٹے بڑے سارے کام ہوگئے، محرم کے اواخر تک نچلی منزل کا یہ کام مکمل ہوگیا۔

بعد میں دو تین ماہ کے وقفے سے پھر انہی مستری صاحب سے ہی دوسری منزل کے قبلہ والے حصہ میں بھی ادھیڑ بُن اور مرمت کا کافی کام کرایا گیا، کمزور دیواروں میں بیم اور پلر کھڑے کیے گئے۔

شعبہائے ادارہ

ایک اور رخ اس مختصر عمارت کا اس میں جاری دینی کاموں اور علمی سلسلوں کا ہے، ادارہ میں دارالافتاء کا مربوط و منظّم اور فعال شعبہ ہے حضرت جی کی نگرانی میں متعدد حضرات یہاں فتویٰ نویسی اور افتاء کے کام میں شریک ہیں۔ حفظ کی ایک جماعت ہے، ناظرہ قاعدہ کی تین اوقات میں چھ جماعتیں ہیں، بچیوں کے لیے ناظرہ، قاعدہ اور ابتدائی دینی تعلیم کی دو جماعتیں ہیں، بالغات اور بڑی عمر کی خواتین کے لئے ضروریاتِ دین کی تعلیم کی جماعت ہے، ادارہ کے اپنے ترتیب دیئے ہوئے فاضل دینی درسیات کے پانچ سالہ نصاب کی جماعتیں ہیں۔ رہائشی طلبہ کی بھی ایک مناسب تعداد ہے، ماہنامہ التبلیغ کی تالیف، کتابت اور اشاعت کا شعبہ ہے، حضرت جی مفتی صاحب دامت برکاتہم کی ذات سے وابستہ تصنیف و تالیف اور فقہی تحقیقات کا سلسلہ ہے، کتب خانہ کا شعبہ ہے، عملہ کے بعض افراد کی اہلِ خانہ کے ساتھ رہائش ہے۔

یہ اتنے متنوع اور فعّال سلسلے اور رہائشی ترتیب اسی ایک عمارت میں قائم ہیں اور بحمد اللہ سب شعبے اور سلسلے راحت کے ساتھ چل رہے ہیں، حضرت جی کے متوسلین اور ادارہ کا غائبانہ تعارف رکھنے والے کئی حضرات ایک مخصوص تخیل ادارہ کے متعلق ذہن میں رکھ کر جب یہاں آتے ہیں اور اپنے تخیل کے برخلاف یہاں کی واقعاتی دنیا کو دیکھتے ہیں اور اس کو ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق پاتے ہیں تو حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔

(جاری ہے.........)

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط۶)

روحانیت سے تہی دست، اخلاقیات سے بے مایہ اور اعلیٰ فطری وانسانی اقدار سے محروم وقلاش اس مغربی ومادی تہذیب میں جو چند ظاہری اور محدود خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کے بل بوتے پر یہ اتنے دن گزار گئی ہے وہ خود اس کی اپنی خانہ زاد و خانہ ساز نہیں ہیں، بلکہ اسلام کی دَین ہے، اسلام کے اصولوں اور امت مسلمہ کے ہی دورِ عروج کے تجربات سے اس تہذیب اور ان اہل تہذیب نے مستعار لی ہیں۔

اجتماعی زندگی میں نظم وضبط اور ڈسپلن، پابندی اوقات، اپنے ملک وقوم کے لئے بے غرض و بے لوث خدمات، ذاتی مفاد پر اجتماعی وملی مفاد کو ترجیح، اپنی قومی زندگی میں اور حکومتی سطح پر مفادِ عامہ ورفاہِ عامہ کے کاموں کی جامع منصوبہ بندی اور تمدنی خوشحالی کا نظام وغیرہ۔

کون کہتا ہے کہ دنیا میں اجتماعی، ریاستی ومعاشرتی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشحال وفارغ البال بنانے والے یہ اصول اسلام سے پہلے، امتِ مسلمہ کے قائم کردہ فلاحی ومثالی معاشروں سے پہلے دنیا کی کسی قوم میں، کسی معاشرے اور ریاست میں اس جامعیت کے ساتھ موجود یا اس شان کے ساتھ نافذ ورائج تھے جس جامعیت کے ساتھ یہ اسلام نے سکھائے اور امتِ مسلمہ نے اپنے دین سے اخذ کر کے اسلامی دنیا میں نافذ ورائج کیے، مشرق ومغرب میں، مراکش واندلس میں ایران وعرب میں، کوفہ وبغداد میں، دمشق ولبنان اور مصر وشام میں، سمرقند وبخارا اور کابل وقندھار میں، سندھ وہند اور دلی ولاہور میں اپنے اسلامی معاشروں میں یہ آفاقی قرآنی اصول جاری وساری کیے۔ [1]

---

[1] بعض اہلِ بصیرت نے مغرب کے صنعتی انقلاب کے بعد کی تاریخ کے اس طویل مرحلے میں امتِ مسلمہ کا دین حق کے حامل ہونے کے باوجود زوال وانحطاط میں دھنستے چلے جانا اور اسی عرصہ میں روحانیت سے منکر اور خدا سے باغی ہو کر اور مادیتِ محضہ پر ایمان لا کر مغربی لادین قوموں کا دنیا کی زندگی کی حد تک عروج وترقی پانا اور فطرت کے بہت سے رازوں کی تسخیرات وایجادات کے راستے سے گرہ کشائی کرنا اس کے ظاہری اسباب نہیں بلکہ بنیادی اسباب کی تشخیص کرتے ہوئے یہ رائے پیش کی ہے کہ اصل میں اسلام جو جامع وکامل دین ہے اور دنیوی واخروی دونوں قسم کی کامیابیوں اور سعادتوں کا حامل وضامن اور رازداں ہے اس دین کے دو مستقل رُخ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسلام کی اصل مخفی قوت کا راز اسلام کے نظامِ عقائد و ایمانیات اور نظامِ عبادات اور اخلاقیات میں پوشیدہ

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور پہلو ہیں ایک پہلو اور رُخ تو اس دین کے نظام عقائد و ایمانیات اور عبادات کا ہے دین کے اس رخ کا اصل تعلق آخرت میں نجات اور کامیابی کے ساتھ ہے کہ دینِ اسلام کے دیئے ہوئے عقائد و عبادات خصوصاً عقائد (یعنی توحید، رسالت، قیامت، تقدیر وغیرہ پر دل کی گہرائیوں سے ایمان) کو اپنائے اور مانے بغیر آخرت میں نجات نہ ہوگی گو دنیوی زندگی کی درستگی و استواری میں بھی ان کا گہرا دخل ہے لیکن اصل قدر تو ان کی یہی ہے کہ یہ مدارِ نجات ہیں۔ سو سال کا کافر عالم نزع کے شروع ہونے سے لمحہ بھر پہلے بھی ان پر ایمان لائے تو یہ ایک لمحہ کا ایمان سو سال کے کفر کو ملیا میٹ کر کے اس سکہ بند کافر کو ابدی سعادتوں کا اور نجات کا مستحق ٹھہرا دے گا۔ اور دوسرا پہلو اور رُخ دینِ اسلام کے ان اجتماعی، معاشرتی احکام کا ہے جس کا زیادہ تعلق مسلمانوں کی دنیوی زندگی سے ہے کہ یہ دین ایسے تمدنی و تہذیبی اصول فراہم کرتا ہے، نظام عدالت، نظامِ سلطنت، نظامِ اقتصادیات و معاش، دولت کی تقسیم کے ضابطے، عائلی و خاندانی زندگی کو پرسکون و پُر راحت بنانے کے گُر اور احکام اور مختلف کائناتی چیزوں اور زمینی مخلوقات و مصنوعات سے متعلق خبریں اور ان کی صفات و خاصیات کا کہیں صراحت سے کہیں اشاروں کنایوں میں ذکر یہ سب وہ چیزیں ہیں کہ جو قوم و معاشرہ بھی پیدا کرنے والے خدا کے مقرر کردہ ان ضابطوں اور چیزوں کے بتائے ہوئے ان خواص کو سامنے رکھے گا ان پر عمل پیرا ہوگا زندگی اور نظام زندگی اور کائناتی اشیاء سے استفادہ کے جن جن دائروں میں وہ ان احکام و اخبار کو اپنائے گا اس شعبہ کے گویا صحیح گُر اس کے ہاتھ آ جائیں گے اور اس شعبہ میں وہ کمال و ترقی کو پالے گا۔ خواہ وہ مومن ہو یا کافر کیونکہ ان چیزوں کا زیادہ تعلق کائناتی اشیاء سے استفادہ اور اجتماعیات کے تقاضوں کو منظّم کرنے کے رازوں سے ہے اخروی نجات کا اصل مدار ان پر نہیں۔

اب ہوا یہ کہ امت اپنے دورِ عروج میں پورے دین کی حامل تھی، امت کے ابتدائی طبقات خصوصاً اور بعد کے طبقات بھی مجموعی طور پر طویل عرصہ تک دین کے ان دونوں قسم کے رخ اور پہلوؤں کو اپنائے ہوئے تھے، نتیجۃً دنیوی کامیابیاں، ترقیاں بھی ان کے قدم چومتی تھیں اور اخروی نجات بھی ان کے لئے مقدر تھی اور خدا کی زمین پر صحیح معنوں میں خدا کی خلافت و نیابت اور نمائندگی کے وہ حامل تھے۔ دورِ زوال میں یہ ہوا کہ مختلف اسباب سے مسلمانوں میں وہ عزم و حوصلہ ختم ہوتا گیا جس نے ان کو دنیا کا جہانبان اور قوموں کا امام بنایا تھا اور اسلام کے سنہرے اصولوں پر ان کا سارا اجتماعی نظم زندگانی اور نظامِ حکومت و معاشرت مبنی تھا۔ ایک ایک کر کے وہ زندگی کے عملی میدانوں سے پسپا ہوتے چلے گئے۔ معاشرتی، ریاستی اور اجتماعی اسلامی اصولوں سے منحرف اور غیروں کے طور طریقوں کو اپناتے گئے تو نتیجۃً دنیوی عروج و ترقی اور خوشحالی و فارغ البالی نے بھی ان سے منہ موڑ لیا اب پاس صرف عقیدہ رہا یا عبادات، تو چونکہ ان کی اصل حیثیت مدارِ نجات اور اخروی کامیابی دلانے کی ہے تو یہ چیز تو بحمد اللہ امت کو حاصل ہے کہ اسلام کے جن عقائد و نظامِ عبادات سے وہ آج بھی وابستہ ہیں ان کی نجات کی شاہ کلید ہے۔ لیکن اسلام کے جس رخ کو اور زندگی کے متعلق جن احکام کو انہوں نے پسِ پُشت ڈالا ہے اپنے سورج پر خاک ڈال کر دوسروں کے مٹی کے چراغوں پر دوسروں کے نظامِ سیاست و معیشت پر تہذیب و تمدن پر وہ لٹو ہو رہے ہیں اور ان طاغوتی و کافرانہ نظاموں کو سینہ سے لگایا ہوا ہے تو اس کا خمیازہ تو بھگتنا پڑے گا اور تیسری طرف جو معاصر ترقی یافتہ اقوام ہیں یہ صدیوں تک مسلمانوں کے زیرِ دست اور مسلمانوں کے تہذیب و تمدن اور نظامِ اجتماعیات کے خوشہ چین رہے ہیں انہوں نے مسلمانوں سے ان کے آفاقی تمدن اور نظام اجتماعی کے سنہرے اصول اخذ کر کے اس پر اپنے معاشروں کی اپنی ریاستی نظم کی بنا ڈالی تو زندگی کی دوڑ میں مسلمانوں سے آگے بڑھ گئے اور ان پر حاوی ہو گئے لیکن اسلام کی اصل طاقت تو اس کی روحانی قوت اس کے ایمانیات و عبادات اور اخلاقیات کا نظام ہے جس سے دائمی سعادت اور ابدی کامیابی کا حصول ہوتا ہے اور ہستی و ذات اپنی حقیقت و اصلیت اور اپنی انسانی حیثیت جو اللہ تعالیٰ نے اس کی طے ہے اس سے واقف ہو جاتی ہے اسلام کے اس اصل اور مخفی جوہر پر مادہ و مادیت کی غلام ان قوموں کی نظر نہ گئی انہوں نے سمجھا کہ اسلام کی سطوت اور امت کی ساری گذشتہ عظمتوں کا راز محض یہ تمدنی اصول ہیں جو ہم نے اسلام سے اخذ کر لئے نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام سے یہ تمدنی و اجتماعی اصول اخذ کر کے بھی اور مادی تسخیرات اور دنیوی کامرانیاں حاصل کر کے بھی روحانی طور پر یہ سب قومیں دیوالیہ پن اور مقامِ انسانیت سے گراوٹ کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں اور یہی دورِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ امجد۔

ہے جوفرد کی ذات میں جب مجتمع ومکمل ہو جاتی ہیں تو فرد یعنی بندۂ مومن انسانیت کی معراج پر فائز ہو جاتا ہے۔ یہ عقائد جیسے جیسے روح وقلب کی گہرائیوں میں اترتے جاتے ہیں اور اخلاقیات کے ذریعے قلب کی اصلاح اور عبادات کے ذریعے ظاہری اعمال کی اصلاح ہوتی جاتی ہے بندہ مومن مقام عبدیت وانسانیت کے رازوں سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے اور فطرت کے رازوں کا رمز شناس اور ہستی مطلق ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت ومحبت سے سرشار ہوکر عشق ووارفتگی کا پیکر مجسم بن جاتا ہے پھر وہ زندگی کے جس میدان میں بھی قدم رکھتا ہے، معاشرتی، ریاستی اور اجتماعی زندگی کا جو میدان بھی سنبھالتا ہے، تو عظمت وعزیمت اور اعلیٰ انسانی کردار کے دیپ روشن کرتا چلا جاتا ہے۔

وہ ایک مثالی بیٹا، مثالی بھائی، مثالی شوہر، مثالی باپ، مثالی دوست، مثالی پڑوسی، مثالی آقا، مثالی کاریگر و مزدور، مثالی تاجر، مثالی شاگرد، مثالی افسر، مثالی ملازم، مثالی حاکم، مثالی رعیت، مثالی دوکاندار اور مثالی استاد کا نمونہ پیش کرتا ہے (جزائر شرق الہند اور سری لنکا وملحقہ جزائر میں اسلام ابتدائی صدیوں میں ہی ان مسلمان عرب تاجروں کے ذریعے پھیلا جوان علاقوں میں تجارت وبیوپار کیلئے آتے تھے، ان کے مثالی کردار اور دیانت دارانہ معاملات وبیوپار نے یہاں کے لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا کر اسلام کا حلقہ بگوش بنایا) مومن اس مقام کا حامل ہوکر حیاتِ ابدی اور سعادتِ سرمدی سے متصف ہو جاتا ہے۔ موت وحیات اس کیلئے سفرِ عشق ومحبت کے راستے کی دو منزلیں ٹھہرتی ہیں وہ اپنے آپ کو خالق کا نمائندہ، فطرت کے رازوں کا ترجمان اور جہانِ رنگ وبُو اور عالم کون وفساد کا محتسب ونگران سمجھتا ہے اور مخدومِ کائنات بن کر وہ زندگی کے اس فانی مرحلے کو طے کرتا ہے۔

کلامِ اقبال میں جابجا یہ مذکورہ حقائق مختلف پیرایوں میں سامنے آتے ہیں، انہوں نے اپنے کلام میں مسلمانوں کو دینِ اسلام کی قدر وقیمت سے آگاہ کیا ہے اور اس دین کے حامل ہونے کی وجہ سے کائنات میں ان کا جو مقام ومرتبہ ہے ان پر واضح کیا ہے اور جو حیثیت وذمہ داریاں ان کی بنتی ہیں ان کی طرف ان کو متوجہ کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ وہ کیا مخفی جوہر ہے جن کے حامل ہونے کی وجہ سے اسلافِ امت اور مسلمانوں کے گزشتہ طبقے دنیا پر چھا گئے، اور دورِ زوال وانحطاط میں انہی ایمانی جوہروں سے محروم ہوکر ہم کہیں کے بھی نہ رہے۔

آگے کلامِ اقبال سے انتخاب اسی تناظر میں ہے۔ (جاری ہے..........)

پیارے بچو! ابوفرحان

عادت سے مجبور

پیارے بچو! ایک جنگل میں ایک کچھوا اور ایک بچھو رہتے تھے، دونوں میں بہت دوستی تھی، دونوں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔

کچھوے کی ماں نے کچھوے سے کہا بیٹے بچھو کی عادت ٹھیک نہیں ہے اس کی فطرت ڈنک مارنے کی ہے اور یہ ڈنک مار کر ہی رہتا ہے اس لئے اس سے دور رہ، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تجھے بھی ڈنک مارے، مگر کچھوا تو بچھو کی محبت میں پاگل تھا اسے ماں کی یہ باتیں بُری لگتی تھیں اور ماں سے چھُپ چھُپ کر روزانہ بچھو سے ملتا اور بچھو کے ساتھ جنگل میں سیر سپاٹے کرتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ کچھوا اور بچھو دونوں ساتھ ساتھ سفر پر نکلے دونوں جنگل جنگل خوب پھرے اور سیر کا خوب مزا لیا، راستے میں ایک بہت بڑی اور گہری ندی پڑی، بچھو ندی کو دیکھ کر بہت پریشان ہوا۔

بچھو نے کہا کہ کچھوے بھائی واپس چلیں میں تو ندی پار نہیں کر سکتا، کیونکہ ندی میں پانی بہت چڑھا ہوا ہے اور میں تیرنا نہیں جانتا، کچھوے نے کہا کہ فکر کیوں کرتے ہو، میں جو موجود ہوں تم میری پیٹھ پر بیٹھنا میں تمہیں ندی پار کراؤں گا، اور ندی کی سیر کراؤں گا، کچھوے نے بچھو کو اپنی پیٹھ پر بٹھایا اور اسے لے کر پانی میں اُتر گیا۔

جب بیچ ندی میں پہنچا تو کچھوے کو لگا کہ اس کی پیٹھ میں کوئی چیز چبھ رہی ہے اور گڑی جا رہی ہے۔

کچھوے نے بچھو سے پوچھا کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟

بچھو نے کہا ذرا تیری پیٹھ پر اپنے ڈنک کو آزما رہا ہوں۔

کچھوے نے کہا کہ میں تو تجھے ندی سے پار کرنے کے جتن کر رہا ہوں اور تُو میرے ہی ڈنک مار رہا ہے، میری نیکی کا یہ بدلہ، مجھے ہی ڈنک مار دیا، ویسے تو اللہ نے میری پیٹھ کو بہت مضبوط بنایا ہے، اس پر تیرے ڈنک کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

بچھو بولا: یار کیا کروں میں اپنی عادت سے مجبور ہوں دوست ہو یا دشمن! کسی کو بھی ڈنک مارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

﴿بقیہ صفحہ ۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

نیکی کا شوق (دوسری اور آخری قسط)

معزز خواتین! نیکی کے شوق میں شریعت کے خلاف کام کرنے کی چند مثالیں اس سے پہلے آپ کے سامنے آچکی ہیں مزید مثالیں درج ذیل ہیں۔

حج وعمرہ کرنے کا شوق

(۶)......بعض خواتین کو حج وعمرہ کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے اور یہ شوق اگر اللہ تعالیٰ کے حکم پورا کرنے کے لئے ہو اور اس حکم کے ادا کرنے میں شرعی حدود سے تجاوز نہ ہو، تو بلاشبہ یہ بڑا قابل قدر شوق ہے، لیکن عموماً خواتین کو حج وعمرہ کرنے کا شوق اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ حج وعمرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوگی یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہوگا بلکہ بعض خواتین کو اصل شوق تو سیر وتفریح اور گھومنے پھرنے کا یا مکہ مدینہ دیکھنے کا ہوتا ہے لیکن اس شوق کو پورا کرنے کے لئے حج وعمرہ کا نام کرلیا جاتا ہے۔ اور کچھ خواتین اپنی ناموری اور شہرت کی خاطر حج وعمرہ کرنے چل پڑتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کی خواتین کو اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکام مثلاً زکوٰۃ، قربانی، پردہ وغیرہ پر عمل کرنے کا اتنا شوق نہیں ہوتا اور نہ ہی حج وعمرہ کرنے میں شرعی حدود کا لحاظ ہوتا ہے، چنانچہ کئی خواتین حج وعمرہ پر جانے کے لئے آنے جانے اور وہاں ٹھہرنے نیز وہاں سے تحفے تحائف لانے کے لئے کثیر روپیہ جمع کرلیتی ہیں لیکن نہ اس جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ دیتی ہیں نہ صدقۂ فطر اور نہ قربانی کرتی ہیں۔ بلکہ ایسے مواقع پر غریب مسکین بن جاتی ہیں اور دوسروں کی زکوٰۃ وصول کرنے اور مانگنے سے بھی گریز نہیں کرتیں حالانکہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر وقربانی کا نصاب حج پر خرچ ہونے والی رقم کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے مخلصانہ جذبہ کی بنیاد پر ان خواتین کو حج وعمرہ کی ادائیگی کا شوق ہوتا تو یہ مخلصانہ جذبہ یقیناً ان سے اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام پر بھی اسی شوق کے ساتھ عمل کرواتا۔

ایسی خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنے اس شوق کی اصلاح کریں جس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سوچیں کہ حج وعمرہ کرنا

جب تک محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے ارادے سے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نہیں کیا جائیگا ہرگز عبادت اور کارِ ثواب شمار نہیں ہوگا بلکہ اتنا عظیم عمل اگر کسی غلط جذبے مثلاً ریاکاری وغیرہ کے تحت کیا جائے گا تو عجب نہیں کہ باعثِ ثواب ہونے کے بجائے باعثِ وبال ہوجائے۔اس لئے اپنے اندر اخلاص پیدا کیا جائے۔اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے جذبے سے عملِ صالح کیا جائے۔

اس غلط جذبے کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ چونکہ مقصود اصلی اس طرح کی خواتین کا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا تو ہوتا نہیں اس لئے حج وعمرہ کے عمل کے دوران یہ خواتین اللہ تعالیٰ کے کئی اور احکام کی بھی کھلم کھلا نافرمانی کرتی ہیں۔ چنانچہ بعض خواتین حج وعمرہ کے خرچ کیلئے دوسروں سے زکوٰۃ و صدقات مانگتی ہیں۔ جبکہ بعض اوقات یہ شرعی اصولوں کے مطابق زکاۃ وصدقات وغیرہ کی مستحق بھی نہیں ہوتیں، اور اگر بالفرض زکاۃ وصدقات کی مستحق بھی ہوں، تب بھی بلاضرورت سوال کرنا تو بہرحال قابلِ اصلاح بات ہے، کیونکہ جب حج پر آنے جانے کا خرچ نہ ہو تو حج پر جانا ہی ضروری نہیں، لیکن حج وعمرہ کا ایسا شوق ہے کہ اس میں شریعت کی خلاف ورزی کی بھی پرواہ نہیں۔

محرم کے بغیر حج وعمرہ کے سفر پر جانا

اسی طرح بعض خواتین حج وعمرہ کے سفر پر جانے کیلئے محرم کے ساتھ ہونے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتیں حالانکہ اگر یہ خواتین اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے جذبے سے حج و عمرہ پر جارہی ہوتیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بھی ملحوظ رکھتیں اب سفر کے باری میں شرعی حکم ملاحظہ فرمائیں۔حدیث شریف میں ارشاد ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتْ امْرَأَتِي حَاجَّةً قَالَ اذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ (بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب من اكتتب في جيش فخرجت امرأته حاجة)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے

پاس تنہائی میں نہ رہے۔اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔یہ سن کر ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لئے نکل چکی ہے (چونکہ یہ جہاد فرض عین نہیں تھا اس لئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی تشریح میں حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’عورت کمزور بھی ہے اور فتنہ کا سبب بھی اس لئے شریعت مطہرہ نے یہ قانون رکھا ہے کہ سفر دینی ہو یا دنیاوی دور کے سفر پر عورت بغیر شوہر یا بغیر محرم کے نہ جائے۔

محرم کسے کہتے ہیں

محرم اسے کہتے ہیں جس سے عمر بھر کبھی بھی کسی حال میں نکاح درست نہ ہو جیسے باپ، بھائی، بیٹا، چچا، ماموں وغیرہ اور جس سے زندگی بھر کبھی بھی نکاح درست ہوسکتا ہو، جیسے جیٹھ، دیور یا ماموں پھوپھی کا لڑکا یا خالہ کا بیٹا اور بہنوئی یہ لوگ محرم نہیں ہیں ان کے ساتھ سفر حج یا کوئی دوسرا سفر جائز نہیں ہے جب ان لوگوں کے ساتھ سفر جائز نہیں تو جو لوگ بالکل رشتہ دار نہیں ان کے ہمراہ سفر کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

بہت سی عورتیں محض شوق اور ذوق کو دیکھتی ہیں، شریعت کے قانون کو نہیں دیکھتیں اور غیر محرم کے ساتھ حج کے لئے چل دیتی ہیں یہ سراسر حرام ہے بھلا جس حج میں شروع سے آخر تک شریعت کی خلاف ورزی کی گئی ہو وہ کیسے مبرور اور مقبول ہوسکتا ہے؟ بغیر محرم کے ۴۸ میل (یعنی سوا ستتر کلومیٹر) کا سفر عورتوں کے لئے جائز نہیں اگر چہ وہ ہوائی جہاز سے ہو یا ریل سے ہو، دور کے سفر سے اتنی مسافت (یعنی سوا ستتر کلومیٹر) مراد ہے۔

عورت کے سفر حج کے متعلق چند مسائل

جس عورت کے پاس اتنی مالیت ہو کہ وہ مکہ معظّمہ تک اپنے خرچہ سے آ جاسکتی ہو لیکن اس کے ساتھ جانے والا شوہر یا کوئی محرم نہ ہو تو اس پر حج کے لئے جانا فرض نہیں۔اگر محرم کے بغیر حج کو چل دے گی تو گنہگار ہوگی جب محرم مل جائے یا شوہر کے ساتھ جانے کی صورت ہوجائے تب حج کے لئے روانہ ہو، محرم کا عاقل بالغ اور دیندار ہونا شرط ہے اگر فاسق ہو اور اس سے عزت کو خطرہ ہو تو اس کے ساتھ نہ جائے۔

مسئلہ: اگر محرم یا شوہر اپنے خرچ سے ساتھ جانے پر تیار نہ ہو تو اس کا خرچہ بھی عورت کے ذمہ ہے ہاں اگر

وہ اپنا خرچہ خود برداشت کرے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر عورت پر حج فرض ہو گیا اور محرم بھی ساتھ جانے کو تیار ہے تو شوہر کو روکنے کا حق نہیں۔

مسئلہ: عورت کو دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر بھی بلا محرم یا بلا شوہر دور کے سفر پر جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر عورت کے پاس حج کا خرچہ ہے لیکن محرم یا شوہر نہیں اور عمر بھر محرم نہ ملا تو مرنے سے پہلے وصیت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرادیا جائے اور یہ وصیت اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی۔

(ماخوذ از: تحفۂ خواتین ص ۲۷۵، ۲۷۶ بتغیر)

خواتین کے محرم کے بغیر حج کے سفر پر جانے سے متعلق حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

''بعض عورتیں شرعی محرم کے بغیر حج کے سفر پر چل پڑتی ہیں جو کہ جائز نہیں خواہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور محرم وہ ہے جس سے زندگی بھر کسی بھی وقت نکاح صحیح ہونے کا امکان نہ ہو جیسے والد، دادا، اولاد، بھائی (شوہر بھی محرم ہے) اور جس شخص سے زندگی میں کسی بھی وقت نکاح (صحیح ہونے) کا امکان ہو وہ شرعاً محرم نہیں جیسے دیور، بہنوئی، خالو، پھوپھا، تایا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد وغیرہ اس قسم کے سب لوگ نامحرم ہیں لے پالک اور منہ بولے بیٹے بھائی وغیرہ بھی شرعاً نامحرم ہیں۔ گروپ لیڈر بھی شرعی محرم کے قائم مقام نہیں ہے اور ایک عورت کا محرم دوسری عورت کے لئے معتبر نہیں، اور چند عورتوں کے مل کر حج پر جانے کی صورت میں بھی ہر ایک عورت کا اپنا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر وطن سے ایک محرم سوار کرادے اور دوسری طرف (ایئرپورٹ وغیرہ) سے دوسرا محرم اتار لے یہ بھی جائز نہیں بلکہ سفر کے دوران محرم کا ہونا ضروری ہے خواہ سفر جہاز ہی کا کیوں نہ ہو۔ حج کے فارم وغیرہ میں غیر محرم کو اپنا محرم ظاہر کرنا صریح جھوٹ اور غلط بیانی ہے جو کہ حرام ہے'' (حج کا صحیح طریقہ اور حج کی غلطیاں ص ۵۷، ۵۸)

اسی طرح بعض خواتین محض خانہ پُری کے لئے خود سے ہی کسی کو اپنا محرم بنا لیتی ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ یاد رکھیں کہ کسی بھی عورت کا محرم صرف وہ ہے جس سے نکاح کرنا اس عورت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ

اس کی مزید تشریح اوپر گزر چکی ہے۔

حج وعمرہ کے دوران پردے کا اہتمام نہ کرنا

اسی طرح بعض خواتین شوق میں آ کر حج وعمرہ کیلئے تو چل پڑتی ہیں لیکن حج کے سفر کے دوران اور حج کے ارکان وواجبات ادا کرتے وقت بلکہ حرمین شریفین میں بھی پردے کا کوئی اہتمام نہیں کرتیں حالانکہ پردہ کرنے کے بھی تاکیدی احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں مگران خواتین کو چونکہ اپنے شوق سے غرض ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے پردے والے حکم کا اہتمام نہیں کرتیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> آج کل حاجی لوگ آپس میں عرفاتی بھائی اور حاجی اور حجن عرفاتی بھائی بہن کہلانے لگتے ہیں اور پورے سفرحج میں حجنیں نامحرم حاجیوں کے سامنے بلا تکلف بے پردہ آتی جاتی اور اٹھتی بیٹھتی ہیں یہ بالکل خلاف شرع ہے بے پردگی سفرحج میں بھی ممنوع ہے اور اس کے بعد بھی ممنوع ہے نامحرم بہرحال نامحرم ہے چاہے صوفی جی ہو چاہے پیر جی، چاہے نمازی جی ہو یا چاہے حاجی جی (ماخوذ از تحفۂ خواتین ص ۲۷۵)

غرضیکہ حج وعمرہ کا شوق ہونا یہ بہت اچھا اور مبارک شوق ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے جذبے کی بنیاد پر ہو اور اس شوق کو پورا کرنے کے لئے تمام شرعی حدود کو ملحوظ رکھا جائے ورنہ محض شوق پورا کرنا کوئی دین نہیں کیونکہ دین دراصل حکم خداوندی پر عمل کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا ماننے کا نام دین ہے۔ حج کی عبادت میں تو قدم قدم پر یہ سبق دیا گیا ہے کہ دین اپنا شوق پورا کرنے کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع (کہا ماننے) کا نام ہے۔ چنانچہ ۸ویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر مکہ سے منیٰ چلے جانے کا حکم ہے اب اگر ظاہری اعتبار سے دیکھا جائے تو منیٰ صرف ایک میدان ہے وہاں نہ بیت اللہ ہے نہ مسجد حرام ہے نہ حطیم ہے نہ مقام ابراہیم نہ زمزم ہے نہ صفا مروہ ہے نہ لاکھ نمازوں کا ثواب نہ حجر اسود کو بوسہ دینے کی سعادت یہ سب سعادتیں تو مکہ مکرمہ میں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ سب حاجی مسجد حرام اور بیت اللہ کو چھوڑ کر وہاں چلے جائیں اب جس شخص کے پیش نظر شوق پورا کرنا ہو وہ تو سوچے گا کہ مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں بیت اللہ کے پاس ہی رہا جائے مگر جس کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کا مخلصانہ جذبہ ہوگا تو وہ منیٰ کے میدان میں جانے کو بیت اللہ کا طواف کرنے، حجر اسود کو بوسہ دینے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے پر

ترجیح دے گا۔ اسی طرح عرفات کے میدان میں ٹھہرنے مزدلفہ میں ٹھہرنے اور شیاطین کو کنکریاں مارنے کے عمل میں غور کر کے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ دین اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے کا نام ہے نہ کہ اپنا شوق پورا کرنے کا اس لئے خواتین کو چاہئے کہ وہ نیکی کے شوق میں بھی مخلص بنیں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنے شوق سے کام لیں۔

ایک سبق آموز حکایت

اب آخر میں ایک سبق آموز حکایت پر اس مضمون کو ختم کیا جا رہا ہے۔ حکایت یہ ہے کہ ایک لڑکی کو دلہن بنایا جا رہا تھا اور اس کا سنگھار سنوار کیا جا رہا تھا، اب جو کوئی آتا اس کی تعریف کرتا کہ تو بڑی خوبصورت لگ رہی ہے۔ تیرا چہرہ اتنا خوبصورت ہے تیرا جسم اتنا خوبصورت ہے۔ تیرا زیور اتنا خوبصورت ہے۔ اس کی ایک ایک چیز کی تعریف کی جا رہی تھی۔ وہ لڑکی ہر ایک کی تعریف سنتی، لیکن خاموش رہتی۔ اور سُنی اَن سُنی کر دیتی۔ کسی خوشی کا اظہار نہ کرتی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ تیری سہیلیاں تیری اتنی تعریفیں کر رہی ہیں۔ تجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہو رہی ہے؟ اس لڑکی نے جواب دیا کہ ان کی تعریف سے کیا خوشی ہو۔ اس لئے کہ یہ جو کچھ تعریفیں کریں گے وہ ہوا میں اُڑ جائیں گی۔ بات تو جب ہے کہ جس کے لئے مجھے سنوارا جا رہا ہے، وہ تعریف کرے۔ وہ پسند کر کے کہہ دے کہ ہاں! تُو اچھی لگ رہی ہے، تب تو فائدہ ہے۔ اور اس کے نتیجے میں میری زندگی سنور جائے گی۔ لیکن اگر یہ عورتیں تو تعریف کر کے چلی گئیں اور جس کے لئے مجھے سنوارا گیا تھا اس نے ناپسند کر دیا تو پھر اس دلہن بننے اور اس سنگھار سنوار کا کیا فائدہ؟

اس حکایت کا خلاصہ ایک کہاوت کی صورت میں یہ ہے کہ:

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے (ملاحظہ ہو: اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۱۹۴)

اسی طریقے سے ہمیں نیکی کا کوئی بھی کام کرنا ہو تو اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہماری یہ نیکی ایسے جذبے اور ایسے طریقے سے ہو کہ خواہ دنیا والے باتیں کریں یا لعن طعن لیکن اس نیکی سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور اگر دنیا والوں میں ہماری نیک نامی اور شہرت ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اس نیک عمل سے خوش نہ ہوں تو پھر وہ نیکی بھی اور نیکی کا شوق بھی بے کار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں نیکی کرنے کا مخلصانہ جذبہ اور مخلصانہ شوق عطا فرمائے آمین۔ واللہ الموفق

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

وتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہونے کا ثبوت

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنے کا ثبوت کن احادیث وروایات سے ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

دعائے قنوت وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے ہے،اوراس کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے۔

چنانچہ حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ (صحيح بخاری قنوت قبل الركوع وبعده)

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کے بارے میں سوال کیا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ دعائے قنوت تو (شریعت میں) ہے، حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔

حضرت عاصم نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ نے

یہ فرمایا:

کہ دعائے قنوت رکوع کے بعد ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے حقیقت کے خلاف بات کہی ہے، رسول اللہ ﷺ نے تو صرف ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت (نازلہ) پڑھا تھا۔

میرے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے کچھ قراء حضرات کو، جن کی مقدار ستر کے قریب تھی مشرکین کی ایک قوم کی طرف بھیجا تھا اوران کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان عہد تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت (نازلہ) پڑھا تھا، جس میں آپ ان کے لئے بدعا فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور مسلم شریف کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم -شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أُنَاسٍ قَتَلُوا أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ(صحيح مسلم باب استحباب القنوت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے تو صرف ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت (نازلہ) پڑھا تھا۔ جس میں آپ ان لوگوں کے لئے بدعا فرمایا کرتے تھے، جنہوں نے آپ کے قاری صحابۂ کرام کو قتل کردیا تھا (ترجمہ ختم)

اور بخاری شریف ہی کی ایک حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ.

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ أَبَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ (صحيح بخارى ،باب غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ان لوگوں کے خلاف فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک بدعا فرمائی اور یہ قنوت کی ابتداء تھی اور ہم یہ قنوت نہیں پڑھتے۔

عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، دعائے قنوت

کے بارے میں کہ کیا وہ رکوع کے بعد ہے یا قرائت سے فارغ ہونے کے وقت ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد نہیں بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے وقت ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ سیرین سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ سُئِلَ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ (سنن نسائی المجتبی، بَاب الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک پڑھا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے پڑھا تھا یا رکوع کے بعد؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز میں دعائے قنوت ہمیشہ ہے اور وہ رکوع میں جانے سے پہلے ہے، اور فجر کی نماز میں جب (فتنہ وبلیہ کے وقت) قنوتِ نازلہ پڑھا جائے گا تو وہ رکوع کے بعد پڑھا جائے گا۔ [۱]

حضرت ابی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رسول الله ﷺ كان يوتر بثلاث ركعات يقرأ فى الاولى ب سبح اسم ربك الاعلى وفى الثانية ب قل يا أيها الكافرون وفى الثالثة ب قل هو الله أحد ويقنت قبل الركوع (السنن الكبرىٰ للنسائى ، باب القنوت فى الوتر قبل الركوع ، مشكل الآثار للحطاوى، باب بيان مشكل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت فى الوتر الخ)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعات پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سبح

---

[۱] والذى يظهر به ان يقنت بعد الركوع لا قبله بدليل ان ما استدل به الشافعى رحمه الله على قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع ،حمله علمائنا على القنوتِ للنازلة ثم رأيت الشرنبلالى فى مراقى الفلاح صرح بانه بعده واستظهر الحموى انه قبله والاظهر ما قلناه ،قلت حديث انس فى الصحيح يفيد القنوت للنوازل بعدالركوع وكذا حديث ابى هريرة (اعلاء السنن جلد ٦ صفحه ١١٩ ،احكام القنوت النازلة)

اسم ربک الاعلیٰ، دوسری میں قل یا ایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت حبیب بن ابی ثابت، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال بت عند خالتی میمونة فرأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی ثمان رکعات ثم أوتر فقرأ فی الرکعة الأولی بفاتحة الکتاب و ^سبح اسم ربک الأعلی ^وقرأ فی الثانیة بفاتحة الکتاب و ^قل یا أیها الکافرون ^ وفی الثالثة بفاتحة الکتاب و ^قل هو الله أحد ^ثم قنت ودعا ثم رکع (مشکل الآثار للحطاوی، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فیه من القنوت فی الوتر الخ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے پاس رات گزاری پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے آٹھ رکعت تہجد کی پڑھی، پھر وتر کی نماز پڑھی، اور وتر کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قُلْ یَااَیُّھَاالْکَافِرُوْن پڑھی، اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھی پھر آپ ﷺ نے دعائے قنوت پڑھا اور پھر رکوع کیا (ترجمہ ختم)

ملحوظ رہے کہ حضرت حبیب بن ابی ثابت کا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت میں سماع ثابت ہے۔ [۱]

اور حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم کَانَ یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوعِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب فِی الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّکُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

---

[۱] فقال قائل فهل یثبت سماع حبیب بن أبی ثابت من ابن عباس فکان جوابنا له فی ذلک أن سماعه منه ومن عبد الله بن عمر ثابت وقد روی فیما سمعه منه ما قد حدثنا إبراهیم بن مرزوق حدثنا أبو داود أخبرنا شعبة عن حبیب بن أبی ثابت أنه سمع ابن عباس وسأله رجل فقال إنی رجل من أهل السواد أتقبل بالقریة لا أرید أن أظلم إنما أرید أن أدرأ عن نفسی الظلم ثم قرأ هذه الآیة ^قاتلوا الذین لا یؤمنون بالله ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم الله ورسوله ^إلی قوله ^وهم صاغرون ^ثم قال ینزع الصغار من أعناقهم ویضعه فی عنقک (مشکل الآثار للحطاوی، باب بیان مشکل ما اختلف أهل العلم فیه من القنوت فی الوتر الخ)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنظر كيف يقنت في وتره قبل الركوع أو بعده فقنت قبل الركوع ثم بعثت أم عبد فقلت بيتي مع نسائه فانظري كيف يقنت فأتتني فأخبرتني أنه قنت قبل الركوع (مشكل الآثار للحطاوی، باب بيان مشكل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت في الوتر الخ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزاری تاکہ میں دیکھوں کہ آپ ﷺ وتر کی نماز میں کس طرح قنوت پڑھتے ہیں؟ رکوع سے پہلے پڑھتے ہیں، یا رکوع کے بعد؟ تو رسول اللہ ﷺ نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی، پھر میں نے اپنی والدہ اِمِ معبد کو بھیجا اور کہا کہ آپ نبی ﷺ کی ازواج کے پاس رات گزاریں اور پھر دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح قنوت پڑھتے ہیں؟ تو میری والدہ رات گزارنے کے بعد میرے پاس تشریف لائیں اور انہوں نے مجھے بتلایا کہ نبی ﷺ نے دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا(ترجمہ ختم)

اور ابنِ ابی شیبہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

ثُمَّ أَرْسَلْتُ أُمِّي أُمَّ عَبْدٍ ، فَبَاتَتْ عِنْدَ نِسَائِهِ ، فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّهُ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، كتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: میں نے اپنی والدہ اِمِ معبد کو بھیجا جو رات میں نبی ﷺ کی ازواج کے پاس ٹھہری پھر انہوں نے مجھے بتلایا کہ نبی ﷺ نے وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا(ترجمہ ختم)

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، كتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا(ترجمہ ختم)

حضرت عبدالرحمٰن بن اسود اپنے والد حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ يُوتِرُ ، فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ ، وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ، أَوْ بَعْدَهُ مشكل الآثار للطحاوی، باب بيان مشكل ما اختلف أهل العلم فيه من القنوت فی الوتر الخ)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود اور نبی ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی حضرت اسود سے نقل کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت اسود وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يَقُولُونَ :الْقُنُوتُ بَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنَ الْقِرَاءَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرات (صحابہ وتابعین) فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت قراءت سے فارغ ہوکر (رکوع سے پہلے) ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مغیرہ حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ:

كَانَ يَقُولُ فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ :قَبْلَ الرُّكُوعِ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ (مصنف ابنِ ابی

Idara Ghufran

شيبة، كتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی وتر کے قنوت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ رکوع سے پہلے اور قراءت سے فارغ ہو کر ہے (ترجمہ ختم)

حضرت اسماعیل بن عبدالملک حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، كتاب الصلاة، باب فِي الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر وتر کی نماز میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے حضور ﷺ، جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام سے وتر کی نماز میں دعائے قنوت کا رکوع سے پہلے پڑھنا ثابت ہوا۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۲۸/شوال/۱۴۳۰ھ

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۷۵ "عادت سے مجبور"﴾

کچھوے نے دل میں سوچا ماں ٹھیک کہتی تھی مجھے اس سے دوستی نہیں کرنی چاہئے تھی، مجھے بھی بُری عادت والوں کے ساتھ نیکی نہیں کرنی چاہئے، کچھوے نے ایک غوطہ ایسا مارا کہ بچھو اس کی پیٹھ سے گر کر بھنور میں جا پھنسا۔

جب بچھو گہرے پانی میں ڈوبنے لگا تو اس نے رو رو کر فریاد کی کہ اے میرے یار تُو نے غوطہ مارتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ تیرا دوست تیری پیٹھ پر سوار ہے۔

کچھوے نے کہا کہ اے یار کیا کروں، اپنی عادت سے مجبور ہوں پانی میں غوطے لگانا میری عادت ہے۔

پیارے بچو! دوستی ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرنی چاہئے اور بڑوں کی نصیحتوں کو ماننا چاہئے۔ کچھوے نے والدہ کی بات نہ مانی تو اسے بچھو کے ڈنک کی تکلیف سہنی پڑی۔ وہ تو شکر کرو کہ بچھو نے پیٹھ پر ہی ڈنک مارا اگر کہیں ہاتھ پاؤں پر ڈنک مار دیتا تو کچھوا جان سے ہی جاتا۔

اس لئے بڑوں کی نصیحتوں کو ہمیشہ ماننا چاہئے۔

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات و جوابات

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۷ استمبر ۲۰۰۱ء بعد از جمعۃ المبارک کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

عار اور شرم میں فرق اور ان کا حکم

سوال: بعض مسائل معلوم نہیں ہوتے لیکن انہیں پوچھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب: اولاً تو دینی مسائل کے معلوم کرنے میں شرم نہیں کرنی چاہئے، دوسرے شرعی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے اپنا نام صراحت کے ساتھ لینا ضروری نہیں، بلکہ کسی فرضی نسبت سے بھی مسئلہ معلوم کیا جاسکتا ہے، اور اگر زبانی شرم آتی ہے، تو تحریری طور پر یا فون وغیرہ کے ذریعہ بھی معلوم کیا جاسکتا ہے، ایک ہوتی ہے حیاء جس کو غیرت بھی کہتے ہیں، اس کو تو شریعت نے پسند کیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (بخاری، کتاب التوحید)

کیا تم سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو، اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کو حرام کر دیا

کہ اللہ کو غیرت آتی ہے کہ ایک بندہ حرام چیز میں مبتلا ہو، گناہ میں مبتلا ہو، بے حیائی میں مبتلا ہو، اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فواحش (بے حیائی کے کاموں) کو حرام کر دیا۔

اس کے علاوہ بہت سی احادیث سے غیرت اور حیا کا مطلوب ومحمود ہونا معلوم ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

اورحیا وغیرت کے مقابلے میں دوسری چیز ہوتی ہے عار، جس کو ہم اگرچہ شرم ہی کہتے ہیں، مگر شریعت دونوں میں فرق کرتی ہے، مثلاً ننگا ہونے سے انسان کو شرم آنی چاہئے یہ غیرت ہے گناہ کرنے سے انسان کو شرم وحیا آنی چاہئے یہ غیرت ہے، لیکن اگر کسی کو ٹوپی پہننے سے شرم آتی ہے، یا مثلاً داڑھی رکھنے سے شرم آتی ہے یہ عار ہے اس عار کو شریعت نے پسند نہیں کیا، کیونکہ عار جس طرح یہاں دین سے رکاوٹ ہے جنت میں پہنچنے سے بھی رکاوٹ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے کہ:

فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل آیت ۴۳)

''یعنی اگر تمہیں معلوم نہیں، تو جاننے والوں سے پوچھ لو''

دین کے سلسلہ میں سوال کرنا عبادت ہے جو سوال کرے گا تو اس کی عبادت ادا ہوگی، اللہ کے حکم کی اتباع ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سوال کرو تو سوال کرنے سے اس آیت پر عمل ہوگا اس لئے دین کے بارے میں یہ جو شرم آتی ہے اس کو دور کر دینا چاہئے اس عار کی وجہ سے بہت سے لوگ دین سیکھنے سے محروم ہیں، وہ پوچھتے نہیں، حالانکہ علم کو گود سے لیکر گور تک حاصل کرنا چاہیئے۔

بوڑھے طوطے بھی ہو جاؤ تب بھی علم حاصل کرتے رہنا چاہیئے، عالم ہو کر بھی علم حاصل کرتے رہنا چاہئے، ایسا نہ کرنے سے تو علم بند ہو جاتا ہے، دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جو مکمل عالم ہونے کا دعویٰ کرے، کبھی بڑے عالم کی بھی چھوٹی چیز کی طرف توجہ نہیں جاتی، یا بڑی چیز کی طرف توجہ نہیں جاتی۔

اس لئے دین سیکھنے کے لئے شرم نہیں کرنی چاہئے اب شرم دو وجہ سے آ سکتی ہے یا اس وجہ سے کہ لوگ سوچیں گے کہ اب تک اسے یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں ہے۔

تو یاد رکھئے کہ لوگوں کے سوچنے سے کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے ہی کہ کون کتنے پانی میں ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ کے لئے پوچھ رہا ہے۔ تو مخلوق سے ڈرنے اور شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے دوسرے اس وجہ سے شرم آتی ہے کہ وہ مسئلہ ہی شرم والا ہوتا ہے، اس کو پوچھنا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے مثلاً غسل جنابت وغیرہ کا مسئلہ ہے۔ تو اس کا ایک حل یہ ہے آپ یہ نہ پوچھیں کہ یہ میرا مسئلہ ہے، بلکہ کسی فرضی شخص کا سوال کہہ کر بھی پوچھ سکتے ہیں، جیسے بعض لوگ اس طرح سے پوچھتے ہیں کہ، میرے ایک دوست نے یا میرے ایک بھائی نے ایسا کام کیا تھا، تو اب مسئلہ کیا ہے اس طرح بھی پوچھ سکتے ہیں۔

بہر حال دین سیکھنے کے بہت سے طریقے ہیں، اور شرم کے مارے دین سیکھنے سے محروم رہنا صحیح نہیں۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت لوط علیہ السلام (قسط۳)

قومِ لوط اور اس کے برے اعمال

انسان کی عام عادت قرآن مجید میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

کَلَّا اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰی اَنۡ رَّآہُ اسۡتَغۡنٰی(سورۃ علق)

یعنی انسان سرکشی کرنے لگتا ہے، جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں رہا۔

یہی حال اہلِ سدوم کا تھا، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے تھے، عام انسانی عادت کے تحت یہ دولت کے نشہ میں مبتلا ہو کر عیش وعشرت کے اس کنارے پر پہنچ گئے کہ انسانی غیرت وحیاء اور اچھے برے کی فطری تمیز بھی کھو بیٹھے، اور ایسے خلافِ فطرت بے حیائی کے کاموں میں مبتلا ہو گئے جو حرام اور گناہ ہونے کے علاوہ فطرتِ سلیمہ کے لئے نفرت اور ایسے گھن کے کام ہیں کہ عام جانور بھی اس کے پاس نہیں آتے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر قیام کیا، تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے ایسے ایسے بے حیائی اور گناہوں کے کاموں میں مبتلا ہیں، کہ ان گناہوں کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا، اور نہ ہی آج تک روئے زمین میں ان کا کسی نے ارتکاب کیا تھا۔

دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو ان میں موجود نہ ہو، دنیا کی سرکش، متمرد اور بداخلاق وبداطوار اقوام کے دوسرے عیوب وفواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی، یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کے بجائے مَردوں سے اپنی جنسی خواہشات پوری کرتے تھے، دنیا کی قوموں میں قومِ لوط سے پہلے اس عمل کا قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔

یہی وہ بدبخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی، اس وجہ سے اس عمل کا نام اس قوم کی نسبت سے ’’لواطت‘‘ مشہور ہے (باوجود شہرت کے اس عمل کو اس نام سے یاد نہ کرنا چاہئے، کہ اس لفظ کا مادہ ان کے نبی کے نام سے ہے، اس لئے یہ نام ادب کے خلاف ہے، اغلام وغیرہ لفظ بھی اس عمل کے لئے مستعمل

ہے،اسی سے اس عمل کو موسوم کرنا چاہئے)

حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ اس قوم سے پہلے دنیا میں کبھی ایسی حرکت نہیں دیکھی گئی ،اور نہ اہلِ سدوم سے پہلے کسی برے سے برے انسان کا ذہن اس طرف گیا تھا،اموی خلیفہ عبدالملک نے کہا کہ اگر قرآن میں حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ مذکور نہ ہوتا تو میں کبھی گمان نہیں کرسکتا تھا کہ کوئی انسان ایسا کام کرسکتا ہے۔ [1]

اوراس سے بھی زیادہ شرارت اور خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے، اور علی الاعلان فخر کے ساتھ اس کو کرتے تھے۔

قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ. بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ(سورة اعراف آیت ۸۰،۸۱)

ترجمہ: اور(یادکرو) لوط کا واقعہ، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسے فحش کاموں میں مشغول ہو،جس کو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا، بلاشبہ تم عورتوں کے بجائے اپنی شہوت مَردوں سے پوری کرتے ہو، یقیناً تم حد سے گزرنے والے ہو(ترجمہ ختم)

---

[1] وهذا شىء لم يكن بنو آدم تعهده ولا تألفه، ولا يخطر ببالهم، حتى صنع ذلك أهل "سَدُوم "عليهم لعائن الله.قال عمرو بن دينار :قوله :(مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ) قال :ما نزا ذَكَر على ذَكَر، حتى كان قوم لوط .وقال الوليد بن عبد الملك الخليفة الأموى، بانى جامع دمشق :لولا أن الله، عز وجل، قص علينا خبر لوط، ما ظننت أن ذكرًا يعلو ذكرًا.(تفسير ابنِ كثير تحت آيت ۸۰ من سورة الاعراف)

ٹوپی کی شرعی حیثیت

حضور ﷺ،صحابۂ کرام،تابعین،محدثین وفقہائے کرام سے ٹوپی پہننے کا ثبوت۔عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے سنت ہونے اور مشرکین کا طریقہ نہ ہونے کی بحث۔ٹوپی کے اوپر علماء وصلحاء کے رومال اوڑھنے کی حیثیت۔ننگے سر رہنے اور گھومنے پھرنے اور ننگے سر نماز پڑھنے کے مروجہ طریقہ پر مدلل ومفصل کلام۔اوراس سلسلہ میں پیش کردہ شبہات کا ازالہ،اور چند اہم متعلقہ مسائل

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طب وصحت　　حکیم محمد فیضان

انناس (PINE APPLE)

انناس ایک مشہور اور بہت مفید پھل ہے یہ بہت شوق سے کھایا جاتا ہے۔انناس جب کچا ہوتو اس کا رنگ اوپر سے سبز ہوتا ہے، جب پک جاتا ہے تو باہر سے سرخ سبزی مائل نظر آتا ہے اور اندر سے زرد ہوتا ہے۔ اس کا ذائقہ شیریں ترشی مائل ہوتا ہے، دنیا میں انناس کی پیداوار خشک صحرائی علاقوں میں ہوتی ہے، اس کی پیداوار زیادہ تر فلپائن، تھائی لینڈ، برازیل، چائنا اور انڈیا میں ہے، اس کا اصل وطن جنوبی امریکہ بتایا جاتا ہے، انناس کے پھل کے اوپر اللہ تعالیٰ نے تہ بتہ خانے بنائے ہیں ان خانوں کے پاس کا پوست نازک ہوتا ہے، یہ گول لمبائی کے رخ ہوتا ہے، یہ پھل برسات کے موسم میں پکتا ہے، اس کی خوشبو منفرد ہوتی ہے، یہ آئس کریم، کیک اور کسٹرڈ میں بھی ڈالا جاتا ہے۔

اس کا جوس اور شربت بھی بنایا جاتا ہے، وہ بھی اسی طرح مفید اور ہر دلعزیز مشروب ہے جو کہ بہت شوق سے پیا جاتا ہے، انناس کا مربہ بھی بناتے ہیں۔

انناس خریدتے وقت ہمیشہ پکا ہوا اور تازہ انناس ہی لینا چاہئے نہیں تو پھر ٹن پیک خریدنا چاہئے ۔ کیلی فورنیا کے انناس کے ڈبے بہت اچھے ہوتے ہیں، انناس کے ٹکڑے خواہ گول ہوں یا چوکور، یکساں فوائد کے حامل ہیں۔

مزاج:......بعض اطبا نے انناس کا مزاج سرد وتر دوسرے درجہ میں لکھا ہے ، اور الحاج حکیم محمد یٰسین دینا پوری صاحب نے خواص المفردات میں گرم پہلے درجہ میں اور تر دوسرے درجہ میں تحریر فرمایا ہے۔

نام:...... انناس کو انگریزی میں Pine Apple بنگالی میں نارس اور اس کا نباتاتی نام AnanusComosus ہے۔

انناس کے چند فوائد اور خواص:......انناس وٹامنز اور منرلز کا خزانہ ہے۔ وٹامن سی اور مینگا نیز حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، یہ وٹامن سی سے بھرپور ہے اور وٹامن سی مسوڑھوں کی صحت کو برقرار رکھتا ہے، نزلہ وزکام میں مفید ہے، یہ قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتا ہے، مینگا نیز ہڈیوں کی نشو ونما اور مضبوطی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اور ذہنی ودماغی تناؤ کو کم کرتا ہے، نسیان کے لئے مفید ہے، تمام جوسوں کی نسبت انناس کے جوس میں مینگا نیز زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے، اس کے جوس کا ایک کپ روزانہ

درکار مینگا نیز کا 73% مہیا کرتا ہے۔اس کے علاوہ اس میں کیلشیم ،فولاد، پوٹاشیم ،تانبا(کاپر) وٹامن اے اور بی بھی پایا جاتا ہے،اناس گردوں اور مثانے کی بیماریوں کے لئے بہترین ثابت ہوتا ہے، پیشاب کی بندش کے لئے اناس کے دو قتلے پانی میں گرینڈ کر کے شربت کی طرح دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے اور گردوں کی صفائی بھی ہو جاتی ہے۔کیونکہ اناس پیشاب آور ہے اسی لئے اس کے استعمال سے پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے اور جسم میں موجود فاسد مادے تحلیل ہو کر پیشاب کے راستے خارج ہو جاتے ہیں۔گردے کی پتھری کو(Renal stone) باہر نکالتا ہے۔گردے مثانے میں اگر پتھری ہو تو کچھ دن اناس کھاتے رہنے سے یہ نکل جاتی ہے۔اناس جوڑوں کے درد میں بہت مفید ہے،اس کے استعمال سے جوڑوں کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے،جسم کے اندر اگر جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی رسولیاں ہوں تو وہ بھی اس کے باقاعدہ استعمال سے تحلیل ہو جاتی ہیں۔یہ بلند فشار خون (ہائی بلڈ) پریشر کو کم کرتا ہے،دل کو طاقت دیتا ہے اور اس کے کھانے سے دل کو فرحت محسوس ہوتی ہے یہ خفقان کو دور کرتا ہے۔اناس دورانِ خون کو مفید ہے تنگ شریانوں میں بھی خون کی گردش کو بہتر کرتا ہے،سوزش اور سوجن کو ختم کرتا ہے،کینسر کے مرض سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔خون کے اندر لوتھڑے (Clot) بننے کے عمل کو روکتا ہے، جو کہ دورۂ قلب سے بچانے کا ذریعہ ہے۔پیٹ کے کیڑوں کو ختم کرتا ہے۔متلی کو روکتا ہے اور نظامِ ہضم کو بہتر بنا کر بھوک کو بڑھاتا ہے،اگر بدہضمی ہو تو اناس کے دو بڑے قتلے لے کر ان پر ذرا سا نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ چھڑک کر کھائیں انشاءاللہ فائدہ ہوگا،یہ معدہ کو طاقت دیتا ہے اور معدہ کی گرمی کو بھی دور کرتا ہے۔اناس جگر کو طاقت دیتا ہے اور جگر کی گرمی میں تسکین پہنچاتا ہے،یرقان کے لئے مفید ہے،یرقان کے مریضوں کو اناس کا جوس دینے سے فائدہ ہوتا ہے،اگر گرمی میں چلنے پھرنے کی وجہ سے جسم میں حدت ہو، بخار ہو گیا ہو تو اناس کھانے یا اس کا شربت پینے سے سکون مل جاتا ہے، یہ پیاس کی شدت کو کم کرتا ہے، گرم مزاج والوں کے لئے یہ پھل بہت مفید ہے۔کچھ لوگوں کا گلا پھول جاتا ہے اس مرض کو تھائی رائیڈ کہتے ہیں یہ مرض آیوڈین کی کمی سے ہو جاتا ہے عام زبان میں اسے گلھڑ بھی کہا جاتا ہے،اناس اس مرض میں بہت مفید ہے،اسے کھانے سے گلے کی نالی کا ورم دور ہو جاتا ہے،گلا بیٹھ جائے تو اسکے لئے بھی اناس بہترین دوا ہے،خناق میں اناس کا جوس بہت مفید ہے،اگر مریض کا گلا بند ہو گیا ہو تو اس کا تازہ رس منہ میں ڈالنا چاہئے۔

اناس کا شربت:......اناس کا گودا 250 گرام لے کر 500 ملی لیٹر پانی میں گرینڈ کرلیں۔اور اس کو

خوب پکائیں۔ جب اچھی طرح گل جائے تو اتار کر چھلنی میں چھان کر 750 گرام چینی ملا کر مزید پکائیں جب شربت کی طرح گاڑھا ہو جائے تو چولھے سے اتار کر ٹھنڈا کر کے بوتلوں میں بھر لیں شربت تیار ہے، اسے پینے سے دل کو طاقت ملتی ہے اور جگر معدہ وغیرہ ٹھیک رہتا ہے، یہ شربت پیتے ہی جسم میں سکون اور طمانیت محسوس ہوتی ہے۔

انناس کا مربہ:......تازہ انناس کے ٹکڑے کرلیں اور تھوڑا پانی ڈال کر پکائیں تا کہ گل جائیں، پھر انناس کے وزن سے دوگنا چینی لے کر تھوڑا سا پانی ڈالکر قوام بنائیں، اس میں انناس کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں، گاڑھا ہونے پر اتار کر ٹھنڈا کر کے مرتبان میں محفوظ کرلیں۔

انناس کا جیم:......انناس کے ٹکڑے پانی میں پکا کر گرینڈ کرلیں، پھر اسے پکنے رکھ دیں چھوٹی الائچی دو تین دانے چھیل کر باریک پیس کر ملا لیں، دوگنا چینی ڈال کر مزید پکائیں گاڑھا ہونے پر اتار لیں، جیم تیار ہے آپ اس کو توس پر لگا کر استعمال کریں۔

100 گرام انناس میں مندرجہ ذیل اجزاء پائے جاتے ہیں۔

پانی	86.50 گرام	زنک	0.08 ملی گرام
توانائی	49 کلو کیلوریز	کاربوہائیڈریٹ	12.39 گرام
میگنیشیم	14 ملی گرام	کیلشیم	7 ملی گرام
فاسفورس	7 ملی گرام	فولاد	0.37 ملی گرام
وٹامن اے	23 آئی یو	وٹامن بی6	0.087 ملی گرام
رائبوفلیون	0.036 ملی گرام	وٹامن سی	15.4 ملی گرام
پوٹاشیم	113 ملی گرام	فولیٹ	11 ملی مائیکروگرام
سوڈیم	1.0 ملی گرام	کاپر	0.110 ملی گرام
پروٹین	0.39 گرام	فائبر (ریشہ)	1.2 گرام
تھایامین	0.092 ملی گرام	نیاسین	0.420 ملی گرام
چکنائی	043 گرام	الفاٹوکوفیرول	0.1 ملی گرام
مینگانیز	1.649 ملی گرام	سیلینیم	0.6 ملی مائیکروگرام

نوٹ: بلغمی مزاج کے لوگ انناس کم مقدار میں استعمال کریں، حاملہ خواتین کو کچا انناس استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑...... جمعہ ۲۰/ ۲۷ رمضان، یکم شوال عید الفطر و ۵/ ۱۲/ ۱۹/ ۲۶/ شوال کو متعلقہ مساجد میں جمعہ وعید کے اجتماعات حسبِ معمول ہوئے، وعظ ومسائل کی نشستیں ہوئیں، مسجد امیر معاویہ میں حضرت مدیر، اور مسجدِ بلال صادق آباد میں مفتی محمد یونس صاحب اور مسجدِ غفران میں مولوی طارق محمود صاحب نے بالترتیب آٹھ اور ساڑھے سات بجے عید پڑھائی۔

❑...... جمعرات ۱۹/ رمضان (بیسویں شب) مسجدِ غفران میں تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا، حافظ محمد فرحان صاحب سنا رہے تھے، اسی طرح اکیسویں شب قاری حبیب اللہ صاحب، تیئسویں شب حافظ محمد عمار صاحب، پچیسویں شب قاری محمد طاہر صاحب، چھبیسویں شب محمد امجد، انتیسویں شب مولوی طارق محمود صاحب نے تراویح میں ادارہ غفران میں قرآن مجید مکمل کئے (تکمیل بالترتیب مسجدِ غفران میں ہوئی) بروز پیر ۲۳/ رمضان (چوبیسویں شب) مسجد امیر معاویہ میں حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے تراویح میں قرآن مجید کی تکمیل فرمائی، مفتی محمد یونس صاحب، بندہ امجد نے اس موقع پر حسبِ حکم مختصر بیانات بھی کئے۔ منگل ۲۴/ رمضان (پچیسویں شب) مسجد نسیم میں مولوی محمد ناصر صاحب کی تراویح میں قرآن مجید کی تکمیل ہوئی، اس موقع پر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا۔ بروز بدھ ۲۵/ رمضان (چھبیسویں شب) مفتی محمد یونس صاحب کے ہاں مسجد بلال میں قرآن مجید کی تکمیل ہوئی، حضرت مدیر صاحب کا بیان ہوا، بندہ امجد کا بھی اسی مجلس میں مختصر بیان ہوا۔ بروز جمعرات ۲۶/ رمضان (ستائیسویں شب) قاری عبد الجبار صاحب نے گوالمنڈی دھوبی گھاٹ کی مسجد میں تراویح کی تکمیل کی، بندہ امجد کا اس موقع پر بیان ہوا، اور مسائل کی مجلس ہوئی۔

❑...... ہفتہ ۲۱/ رمضان مسجد امیر معاویہ میں بندہ محمد امجد نے معتکفین کے لئے شرعی احکام کی تعلیمی کلاس شروع کی

❑...... ہفتہ ۲۸/ رمضان ادارہ غفران کے جملہ تعلیمی شعبوں میں عید کی تعطیلات کا آغاز ہوا، عید کے بعد ۱۵/ شوال سے تعلیمی شعبوں میں نئے داخلے شروع ہوئے، جو ۲۲/ شوال تک جاری رہے، ۲۰/ شوال سے قرآنی شعبوں اور ۲۴/ شوال سے باضابطہ شعبہ کتب کے اسباق کا آغاز ہوا۔

❑...... بدھ ۱۰/ شوال ادارہ غفران کی مجلسِ شوریٰ کا سالانہ اجلاس ہوا، جس میں معزز اراکین حضرت مفتی عبد القدوس ترمذی صاحب مدظلہٗ (مہتمم: جامعہ حقانیہ، ساہیوال) اور مولانا محمد زاہد صاحب مدظلہٗ (نائب مہتمم: جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) تشریف لائے، اجلاس دس بجے تا قبل از ظہر جاری رہا، جس میں ادارہ کی سالانہ روئیداد سنائی گئی، تمام علمی واصلاحی اور تعلیمی شعبوں کی کارگزاری کا جائزہ لیا گیا، مالیاتی گوشوارے ملاحظہ کئے گئے، نئے تعلیمی سال کے لئے امور طے کئے گئے، اور فیصلے ہوئے، بعد از ظہر معزز مہمان واپس تشریف لے گئے۔

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ **8 ستمبر 2009ء بمطابق 17 رمضان المبارک 1430ھ**: پاکستان: عدلیہ ریاستی اداروں پر نظر رکھنے کی پابند ہے، چیف جسٹس عدلیہ کا کام فیصلے کرنا ہے حکومت کرنا نہیں، اٹارنی جنرل ۔ پاکستان: نواز لیگ کا مشرف کے فوری ٹرائل کا مطالبہ ✍ **9 ستمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان، امریکی حملے میں 10 قبائلی جاں بحق ۔ پاکستان غذائی قلت کے شکار ممالک میں 11 ویں نمبر پر ✍ **10 ستمبر**: پاکستان: دنیا وسائل مہیا کرے، طالبان کے خلاف جنگ دیگر علاقوں تک پھیلا دیں گے، صدر زرداری ✍ **11 ستمبر**: پاکستان: مال گاڑیوں میں تصادم ٹریک بند، کراچی کا ملک سے ریل کے ذریعہ سے رابطہ عارضی طور پر منقطع ۔ پاکستان: امداد نہ ملی تو ہولناک نتائج برآمد ہوں گے صدر زرداری ✍ **12 ستمبر**: پاکستان: طالبان ترجمان مسلم خان 5 کمانڈروں سمیت گرفتار ۔ پاکستان: امریکی سفارت خانے کی توسیع کے بعد سفارتی عملے میں فوجی بھی شامل ہوں گے، امریکی حکام ✍ **13 ستمبر**: پاکستان: فضل اللہ محسور ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ ۔ پاکستان: گوجرانوالہ، تربیتی طیارہ گر کر تباہ پائلٹ جاں بحق ۔ پاکستان: فضل اللہ محصور ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ ✍ **14 ستمبر**: پاکستان: شاہ عبداللہ کا نواز شریف کو مفاہمت کا مشورہ ۔ پاکستان: گوجرانوالہ میں تربیتی طیارہ گر کر تباہ، پائلٹ جاں بحق ✍ **15 ستمبر**: پاکستان: کراچی مفت امداد کی تقسیم کے دوران بھگدڑ سے دم گھٹنے سے خواتین و بچے جاں بحق ✍ **16 ستمبر**: پاکستان: ن لیگ کا صدر کے خلاف پارلیمنٹ میں تحریک لانے کا اعلان ۔ پاکستان: وزیراعظم کا بلوچستان پیکیج پر سیاسی قاعدین کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ ۔ پاکستان: قمر الزمان کائرہ گلگت بلتستان کے پہلے گورنر بن گئے، انتخابات 12 نومبر کو کرائے جائیں گے ✍ **17 ستمبر**: پاکستان: آرٹیکل 6 کے تحت کارروائی صدر زرداری مشرف کو معاف کر سکتے ہیں، گیلانی ✍ **18 ستمبر**: افغانستان: کابل امریکی سفارتخانے کے قریب اطالوی فوجی قافلے پر خودکش حملہ 6 اہلکاروں سمیت 16 افراد ہلاک ✍ **19 ستمبر**: پاکستان: کوہاٹ، خودکش کار بم دھماکہ، 33 افراد جاں بحق ۔ پاکستان: کوئی محفوظ راستہ نہیں دیا، مشرف کا ٹرائل ہونا چاہیئے، وزیراعظم گیلانی ۔ پاکستان: وزیراعلیٰ پنجاب کی عید الفطر پر سیکورٹی کے فول پروف انتظامات کی ہدایت ✍ **20 ستمبر**: پاکستان: مشرف کی باوقار رخصتی میں کردار کا امریکی اعتراف ۔ پاکستان: عید الفطر کا چاند دیکھنے کے لئے آج ہلال کمیٹی کا اجلاس ہوگا ✍ **21 ستمبر 2009ء بروز پیر عید الفطر 1430ھ**: پاکستان: زیرحراست زخمی طالبان کمانڈر جاں بحق

21 عسکریت پسند گرفتار 19 نے ہتھیار ڈال دیے ٭ پاکستان: عید کا چاند نظر آ گیا آج ملک بھر میں عید الفطر مذہبی جوش وجذبے سے منائی جارہی ہے ٭ پاکستان: سرحد حکومت نے لوگوں کا روزہ خراب کر دیا قضا روزہ رکھا جائے، مفتی منیب چیئر مین ہلال کمیٹی ٭ **22 ستمبر**: پاکستان: عید الفطر مذہبی جوش وخروش سے منائی گئی ملکی استحکام کے خصوصی دعائیں ٭ **23 ستمبر**: پاکستان: امریکا سے 6 . 1 ارب ڈالر کی فوری ادائیگی کا مطالبہ ٭ پاکستان: مقروض قوم نے عید پر اربوں روپے کے ایس ایم ایس کئے ٭ **24 ستمبر**: پاکستان: احباب پاکستان کا خصوصی اجلاس آج ہوگا ٭ **25 ستمبر**: پاکستان: احبابِ پاکستان کا اجلاس پاکستان کی امداد کے لئے کثیر الملکی ٹرسٹ قائم ٭ : پاکستان: پنجاب میں ضمنی الیکشن کے لئے انتخابی عمل شروع، جماعت اسلامی کا نواز شریف کے مقابلے میں امیدوار لانے کا اعلان ٭ **26 ستمبر**: نیویارک: موجودہ حالات کی ذمہ دار سابقہ امریکی پالیسیاں ہیں ، صدر زرداری کا اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب میں مؤقف ٭ **27 ستمبر**: پاکستان: پشاور بنوں خودکش حملوں میں 18 افراد جاں بحق 150 سے زائد زخمی ٭ **28 ستمبر**: پاکستان: الیکشن کمیشن نے شیڈول جاری کر دیا، انتخابات 7 نومبر کو ہوں گے ٭ **29 ستمبر**: پاکستان: کابینہ کا اجلاس، معیاری وقت یکم نومبر سے پیچھے کیا جائے گا، گندم کی امدادی قیمت برقرار ٭ **30 ستمبر**: پاکستان: شمالی وجنوبی وزیرستان ، امریکی حملوں میں 13 افراد جاں بحق ٭ : پاکستان: بے نظیر قتل، یو این کمیشن کی رحمٰن ملک، ناہید خان، صفدر عباسی، شجاعت اور فاروق نائیک سے ملاقاتیں ٭ **یکم اکتوبر**: پاکستان: آئین کی معطلی سنگین غداری ہے، مشرف معافی کے قابل نہیں، سپریم کورٹ ٭ پاکستان: حکومت نے پٹرولیم مصنوعات سستی اور بجلی مہنگی کر دی ٭ **2/اکتوبر**: پاکستان: حکومت بتائے کس قانون کے تحت چینی کی قیمت کے حوالے سے درخواست دائر کی، سپریم کورٹ ٭ **3/اکتوبر** : پاکستان: سپریم کورٹ حکومت کو چینی کی 40 روپے کلو فروخت کا نوٹیفکیشن جاری کرنے کا حکم ٭ **4/اکتوبر** : پاکستان: ملک بھر میں چینی کی قیمت 40 روپے مقرر نوٹیفکیشن جاری، کریک ڈاؤن میں 6 لاکھ بوریاں برآمد ٭ **5/اکتوبر**: پاکستان: سعودی شاہ نے نواز شریف کو الیکشن لڑنے سے روک دیا ٭ پاکستان: این اے 123 نواز شریف دستبردار احمد احسان لیگی امیدوار ہوں گے ٭ **6/اکتوبر**: پاکستان: 3 نومبر کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کو توہینِ عدالت کے نوٹس ٭ پاکستان: اقوامِ متحدہ کے دفتر پر خودکش حملہ، غیر ملکی سمیت 5 ہلاک ٭ **7/اکتوبر**: پاکستان: این آر او پر شرمندہ نہیں وزیر اعظم گیلانی ٭ پاکستان: جامعۃ الرشید کلیۃ الشرعیہ کے لئے 24 اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان منتخب، درخواست دینے والوں کی تعداد 1200 سے متجاوز ٭ **8/اکتوبر**: پاکستان: عسکری

قیادت نے کیری لوگر بل قومی سلامتی کے منافی قرار دے دیا، حکومت کو رائے بھجوادی ۔ پاکستان: کیری لوگر بل پر فوج کے تحفظات دور کریں گے، وزیراعظم گیلانی ✍ **9 / اکتوبر**: پاکستان: قومی اسمبلی، کیری لوگر بل پر اپوزیشن کی تنقید حکومتی ارکان کا دفاع ۔ پاکستان: کابل بھارتی سفارت خانے کے باہر دھماکہ 17 ہلاک 83 زخمی ✍ **10 / اکتوبر**: پاکستان: سرحد اسمبلی کے قریب خودکش حملہ 50 جاں بحق، 100 سے زائد زخمی ۔ پاکستان: کڑی شرائط کے ساتھ امریکی امداد قومی مفاد کے منافی ہے، اراکین سینیٹ ✍ **11 / اکتوبر**: پاکستان: GHQ پر حملہ ناکام، 2 سینئر افسران سمیت 6 جوان شہید 4 حملہ آور مارے گئے ۔ پاکستان: اسلام آباد حملہ آوروں کی پناہ گاہ سے وردیاں اور حساس دستاویز برآمد ✍ **12 / اکتوبر**: پاکستان: جی ایچ کیو آپریشن میں، 39 یرغمالی رہا، کارروائی میں 9 افراد جاں بحق ۔ پاکستان: کامیاب آپریشن پر اعلیٰ سیاسی قیادت کی آرمی چیف کو مبارکباد ✍ **13 / اکتوبر**: پاکستان: قیادت کو یرغمال بنانا حملہ آوروں کا ہدف تھا، فوجی ترجمان ✍ **14 / اکتوبر**: پاکستان: مشرف کے 26 آرڈیننس سینیٹ میں پیش، این آر او شامل نہیں ✍ **15 / اکتوبر**: پاکستان: امریکا کا کیری لوگر بل میں تبدیلی سے انکار، وضاحتی بیان جاری کردیا ✍ **16 / اکتوبر**: پاکستان: لاہور پولیس تربیتی مراکز اور ایف آئی اے بلڈنگ پر حملے، 10 اہلکاروں سمیت 18 شہید، تمام حملہ آور مارے گئے ۔ پاکستان: کوہاٹ پولیس اسٹیشن پر خودکش حملہ، پشاور میں بم دھماکا، 12 افراد جاں بحق ✍ **17 / اکتوبر**: پاکستان: جنوبی وزیرستان، آپریشن شروع کرفیو نافذ پاکستان: پشاور، سی آئی اے پولیس اسٹیشن پر خودکش حملہ 3 اہلکاروں سمیت 15 جاں بحق ۔ پاکستان: قومی اسمبلی، سینیٹ این آر او شیم شیم کے نعروں میں پیش، پاکستان کیری لوگر بل کی شرائط کا پابند نہیں، شاہ محمود قریشی

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۵ ''موجودہ حالات کے تناظر میں''﴾

میں ایک دفعہ کراچی میں ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک اشارے پر جب گاڑی رکی تو ایک شخص تھوڑی دیر میں نکلا اور بہت زور زور سے گالیاں دے رہا تھا اور ٹھا......ٹھا......ٹھا......کرکے اس نے پانچ سات فائر کردیئے میں نے کہا کہ اس کو پکڑو، جب اس کو پکڑا گیا تو اس نے بتایا کہ اس طرح ایک شخص میری کانپٹی پر پستول رکھ کر میرا موبائل لے کر چلا گیا ہے، میں اس کے لئے چیخ رہا ہوں، تو پھر میں نے اس سے یہ کہا کہ پھر اب تو کیا کر رہا ہے؟ کہنے لگا میں اس کا ایسے ایسے کردوں گا، تو میں نے کہا جب وہ تیرے سے چھین رہا تھا اس وقت تو تُو باوجودیکہ تیرے پاس پستول رکھا ہوا تھا مگر تو کچھ کر نہیں سکا، اور اب دنیا کو یہ دکھا رہا ہے کہ میرے پاس پستول ہے، اور چیخ رہا ہے کہ یہ کردوں گا وہ کردوں گا، اب تیرے چیخنے سے کیا ہوتا ہے؟ تو آجکل یہ حالت ہے۔